ایڈیٹر:
بدر القادری

جلد ۱

شمارہ ۱

بفضل عاطفت حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قبلہ بانیٔ الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی علمی ترجمان

ماہنامہ مبارکپور

اشرفیہ

صفر المظفر ۱۳۹۶ھ فروری ۱۹۷۶ء

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی علمی ترجمان

اشرفیہ ماہنامہ مبارکپور

ایڈیٹر

بدر القادری

فی شمارہ ایک روپیہ پچاس پیسے

۱/۵۰

سرپرستوں سے حسب صلاحیت

سالانہ سولہ روپے

۱۶/-

ایڈیٹر پرنٹر اور پبلشر بدر القادری نے حبیب المطابع اترسوئیا الہ آباد میں چھپوا کر دفتر اشرفیہ مبارکپور سے شائع کیا۔۔۔

اداریہ

بیداری

لوحِ تصور پہ وہ رات آج بھی اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ نقش ہے۔ جب میں ایک سائل کی طرح اپنے دامنِ امید و رجا کو پھیلائے ایک مردِ اہلِ حق کی چوکھٹ پر پڑا تھا۔ تاریک رات اپنے پرسکون دامن میں سارے ماحول کو سمیٹے ہوئے ہے — سناٹا — تنہائی — اور نرم خرام ہوا کے مست مست جھونکے — کون ہے جو ایسے میں خوابِ شیریں کی آغوش سے نکلنے پہ راضی ہونا — کئی فرلانگ تک پھیلی ہوئی روحانیت کی اس بستی میں ظاہری زندگی کی رمق خال خال ہی نظر آرہی ہے — ہاتھ میں بندوق سنبھالے ایک دربان ہے جو چاندی اور سونے کے ہلالی نشانات سے مرصع دروازہ کے قریب مستعد ہے۔ مگر کبھی کبھی اس پہ بھی نیند کا خمار طاری ہو جاتا ہے۔ صرف میں آرزوؤں اور اشتیاقوں کے ہجوم میں گھرا صبر و شکیب سے بیگانہ کسی مقصد کو حاصل کر لینے کے لئے۔ جو در اصل میری زندگی کی آرزو اور حیاتِ ناپائدار کا حاصل ہے ایسا اشتیاق جو اب ذہن و فکر پہ مسلط ہو چکا ہے۔ میں اگر خود کو اس سے الگ بھی کرنا چاہوں تو یہ میرے لئے شاید غیر ممکن ہو۔ اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ بار بار ذہن و دماغ کی سطح پہ روشن مینارہ کی طرح ابھرتا ہے — اور میں اپنی زبان کو اس لائق نہیں سمجھتا۔ پھر بھی مایوس نہیں۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ میرا پروردگار تو ستار رحیم و کریم ہے کہ اس سے بے زبان جانوروں اور معصوم بچوں کا واسطہ دیکر دعا کیجاتی ہے تو اس کا کرم ابرِ رحمت بنکر برس پڑتا ہے میں تو ایسے دربار میں کھڑا ہوں جو وابتغوا الیہ الوسیلہ کے سلسلۃ الذہب کی محکم کڑی ہے۔ یہی آستانہ ہے جہاں مغل اور تغلق خانوادہ کے سلاطین ننگے پاؤں حاضری دیتے تھے۔ اسی در پہ اورنگ زیب و جہانگیر جیسے بادشاہوں نے نگاہِ عقیدت سے جاروب کشی کی۔ فیروز شاہ جیسا جواں سال حکمراں جس جگہ لباسِ فقر پہن کر آیا۔ اپنے اور بیگانے سبھی اس اونچی ڈیوڑھی سے فیضان کی بھیک لیتے ہیں۔ اہلِ باطن جس کے در کی خاک کو کیمیا سمجھتے ہیں وہ جس نے جانِ عزیز کا نذرانہ دیکر منصبِ شہادت حاصل کر لیا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ اے سید سالار مسعود غازی تو نے پانچویں صدی ہجری کے ہندوستان میں اپنی خارا شگاف تلوار کا جوہر مشرکین کو دکھایا۔ وہ شمشیر و سنان سے جہاد کا زمانہ تھا۔ یقیناً۔ — — — — — —

محبِ خدا اے جواں سال غازی
کیا تو نے سر ذرۂ سرفرازی

مگر آج جہاد بالقلم کا زمانہ ہے۔ تیرا ہی ایک پیرو چودھویں صدی کے پر فتن مادہ پرست دور میں اپنے عزم و حوصلہ کی بنیاد پر سرزمین ہند کے مسلمانوں کو اسلامی شعور و فکر سے بہرہ ور کرنا چاہتا ہے۔ جہل و عناد کا تند و تیز طوفان۔ فسطائیت کا مہیب اندھیرا۔ اشتراکیت کی منظم سازش۔ جدید ذہن کی ملحدانہ روش۔ ملت بیضا کی ایمانی عظمت کو پامال نہ کر ڈالیں۔ **یا غازی!** — ایک

مجاہد جس کے کردار عمل نے اسے حافظ ملت بنا دیا ۔۔ اس کے حوصلوں کی صلابت سے قوم مسلم کی فصیلوں کو استحکام عطا فرما ۔۔ مسلمانوں کا منتشر ذہن رزم گاہ عمل میں اس کے پرچم تلے آکر طمانیت سے ہمکنار ہو جائے ۔

رات کا سناٹا مہیب ہو رہا ہے ۔ میری آنکھوں ۔۔ گرم گرم آنسو چھپنا رہے ہیں ۔ نہ جانے کیوں ؟ گھڑیال نے تین ضربیں لگا کر شباب شب ڈھلنے کی اطلاع دی ۔ مگر میں بدستور اپنے آسن سے لگا ہوں ۔۔ ہر چہار جانب سے بیگانہ ۔۔ صرف ایک توجہ ۔۔ ایک تصور ۔۔ ایک خیال ۔۔ اور ایک ہی لگن ۔۔ جسم سے ٹکرانے والے فرحت بخش ہوا کے جھونکے قلب جگر میں لگی ہوئی آتش موجزن کا درماں نہیں بن رہے ہیں ۔ عالم بیقراری میں سر جھکاتا ہوں ۔ اور رب کائنات کے حضور ایک مجاہد فی سبیل اللہ کے لہو کا واسطہ دے رہا ہوں ۔ لرزتا کانپتا ہوا ایک سایہ جھکتا ہے ۔ اٹھتا ہے ۔ پھر پیشانی سجدے میں گر پڑتا ہے ۔ خداوندا ! مجاہدین اسلام کی عظمت کا صدقہ شہدائے اسلام کا واسطہ ۔ ملت اسلامیہ کے علمی سرمایہ کا نگہبان ۔ زندہ باد ۔ قوم مسلم کی عظیم قربانیوں کا ثمرہ ۔۔ الجامعۃ الاشرفیہ ۔۔ پائندہ باد ۔ بالآخر ۔۔ آخر شب کی ظلمت کب تک نہ چھٹتی سنسان و پرسکوت ماحول کب تک نہ چھکتا ۔ میری پشت سے موذن نے ندا دی ۔۔

اللہ اکبر ۔ اللہ اکبر ۔ مالک بے نیاز کی کبریائی کا غلغلہ سماع سے ٹکرایا ۔ اور گویا آتش نہاں سرد پڑ گئی حی و قیوم مالک کے نام نے سارا ہیجان رفع کر دیا ۔ پروائی ہوا کے مست خرام جھونکوں نے میرے قلب و جگر کی دنیا بھی پر بہار کر دی ۔ جسم میں جھرجھری سی ہوئی ۔ اور میں مطمئن ہو گیا مسلسل تگ و دو اور جد و جہد کے بعد منزل مقصود پر پہنچ جانے والے مسافر کی طرح ۔۔ والحمد للہ رب العالمین

خواب

میرے ہاتھ میں ایک صراحی ہے ۔ نہایت خوبصورت اور جاذب نگاہ ۔۔ مگر اس میں تو کچھ نہیں ۔ بالکل خالی مجلس میں بہت سے لوگ ہیں جنکی نگاہیں مجھ پہ لگی ہوئی ہیں مگر میں کیا کر سکتا ہوں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں جو اپنے ان معزز مہمانوں کے حضور پیش کر دوں ۔ فوراً ہی میری نگاہ اپنے آقائے نعمت کی طرف اٹھ گئی ۔ جن کے دست کرم نے مجھے زندگی کے بیشتر مراحل میں سہارا دیا تھا ۔ میں یک گونہ مطمئن ہو گیا ۔ کچھ سوچا کچھ سمجھا ۔ مگر کیا ۔ ؟ اب اس سے خود ناواقف ہوں ۔ غیر ارادی طور پہ میرے قدم ۔ حافظ ملت قبلہ کی طرف بڑھ گئے ۔ باادب سلام ۔ دست بوسی ۔ خالی صراحی ایک طرف رکھ کر ۔۔ چند لمحے ایک پرنور چہرہ پہ نظر جمی رہی ۔۔ بدر عالم ۔ میں جیسے چونک پڑا ۔ صراحی اٹھانے کا حکم ملا ۔ میں نے اٹھایا تو وہ اب لبریز تھی ۔ اب کیا تھا ۔ اہل محفل نے خوب جام پہ جام لنڈھائے ۔۔ خبر نہیں یہ دور جام و سلسلہ کب تک چلتا رہا ۔۔ یہ یاد ہے کہ بیدار اس وقت ہوا جب اللہ کے منادی نے الصلوٰۃ خیر من النوم کی آواز بلند کی ۔

تعبیر

محب محترم ذو المجد و المکرم زید لطفکم و کارمکم السلام علیکم ورحمہ

محبت نامہ صادر ہوا ۔ پیام مسرت لایا ۔ احباب کی ملاقات سے تو خوشی ہوتی ہے ۔ مگر بعض احباب ایسے ہیں کہ ان کا تصور باعث مسرت ہے ۔ اس فہرست میں آپ بھی ہیں ۔ دعا کرتا رہتا ہوں ۔ مولا کریم آپ کی عمر میں برکت ۔ علم و فضل میں بے شمار وسعت دے

بصحت وسلامتی شاد و آباد رکھے۔ دین متین کی نمایاں و ممتاز خدمات انجام دلائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ـــــ خواب کی تعبیر ظاہر ہو رہا ہے۔ جلد وہ وقت آئے گا کہ الجامعۃ الاشرفیہ میں آپ اپنے بھائیوں کی مدد سے قلمی کمی کو پورا پورا کریں گے۔ کم از کم ماہنامہ شائع کریں گے ـــ آمین

عبدالعزیز عفی عنہ

(مرسلہ ۳ رجب ۱۳۹۲ھ ۱۴ اگست ۱۹۷۲ء)

حضرت حافظ ملت اور ذمہ داران اشرفیہ کے حکم پر۔

جمعہ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ ۷ جون ۱۹۷۴ء دس بجے میں مبارکپور حاضر ہو گیا۔ الجامعۃ الاشرفیہ کے تمام کام نہایت وسعت اختیار کر چکے ہیں۔ کام کے نئے نئے شعبے بنتے جا رہے ہیں۔ درسیات کے وسیع انتظامات کے بعد تعمیری کام اتنا وسیع ہو گیا کہ اولاً اسکی طرف متوجہ ہونا ضروری تھا۔ اور نشر و اشاعت کا تو یہ حال کہ اس سلسلہ میں کوئی اقدام ابتک ہوا ہی نہ تھا۔ الجامعۃ الاشرفیہ کا تمام تر فروغ۔ حافظ ملت کے خلوص اور جانبازوں کی سچی لگن۔ دیانتداری کا مرہون منت ہے۔ لوگ ملک اور بیرون ملک سے اشرفیہ کے متعلق طرح طرح کی معلومات کیلئے سوالات کرتے رہے۔ اور دفتر اپنی مصروفیت کے باعث ہر ایک کو فرداً فرداً جواب دیکر مطمئن کرنے سے معذور تھا۔ اس طرح اور دوسرے داعیے بھی تھے جنھوں نے شعبۂ نشر و اشاعت کو ایک مستقل شکل دینے پر مجبور کیا۔ جسے میرے اشرفیہ پہونچنے پر ایک اشتہار کے ذریعہ واضح کیا گیا۔

الجامعۃ الاشرفیہ کا اشاعتی پروگرام

کسی بھی اہم تحریک کو فروغ دینے میں اسکی نشری قوت کا خاص دخل ہوتا ہے۔ مگر اس کے برخلاف اشرفیہ نے ابتک ملک میں جو مثالی وقار پیدا کیا ہے وہ اسکی ممتاز دینی خدمت کا مرہون منت ہے۔ اب جب کہ دارالعلوم اشرفیہ نے ترقی کر کے جامعہ کی شکل اختیار کی ہے تو مستقل شعبۂ نشر و اشاعت کی شدید ضرورت محسوس کیجانے لگی۔ جامعہ کی مجلس شوریٰ نے شوال ۱۳۹۔ھ میں اس شعبہ کے لئے بھی منظوری دیدی تھی مگر مناسب آدمی تلاش کرنے میں تاخیر ہوتی گئی۔ بحمد اللہ مولانا بدر عالم صاحب بدرالقادری گھوسوی کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔ امید ہے کہ اب اشاعتی کام باضابطہ شروع ہو جائے گا۔ اور ایک تشنگی جو ہند کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے لاکھوں مشتاقان اشرفیہ کا احساس بن چکی ہے رفع ہو جائیگی

نشر و اشاعت کی راہیں:۔ ایک ماہانہ جریدہ کا اجراء جس سے ملک کے مسلمان اس عظیم درسگاہ کے بڑھتے قدم اور وقیع دینی خدمات سے واقف ہو سکیں۔

(۲) مذہبی۔ اصلاحی اور تعمیری مضامین کے ذریعہ عامۃ المسلمین میں دینی روح پھونکنا

(۳) مفید موضوعات پر کتابیں شائع کرنا (۴) اشرفیہ کی زرین تاریخ کی ترتیب و تدوین

اپیل ـــ ملت اسلامیہ کے ہمدردوں اور اشرفیہ کے بہی خواہوں سے گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں شعبہ کا ہر ممکن تعاون کریں۔

بالخصوص فارغین اشرفیہ علماء قراء اور حفاظ حضرات ماہنامہ کیلئے خریداروں کی فراہمی میں اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیں اور مفید مشوروں سے نوازیں۔ تاکہ اشرفیہ کے پیغام کو گھر گھر عام کیا جا سکے۔

منجانب:۔ شعبۂ نشریات الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

ہر انسان تمنا برآری پہ مسرور اور تکمیل آرزو پہ شادماں ہوتا ہے۔ چہ جائے کہ ایسی خوشی جس سے قوم کے ہزاروں دلوں کی مسرت وابستہ ہو۔ صحافت کے افق پر یوں تو سیکڑوں جریدے رونما ہوتے ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے مگر ان کا جو حشر ہے وہ آپ سے مخفی نہیں۔ بعض کا حال تو یہ کہ سال دو سال چل کر بند ہو گئے۔ بعضوں نے زندگی پائی مگر ان کا نہ تو کوئی نظریہ ہے نہ رجحان۔ نہ ہی اپنے اندر کوئی تحریکی عنصر رکھتے ہیں بلکہ یوں سمجھئے اٹھتے کا نام پائندہ رکھ لیا گیا (چاہے کوئی تنکا ہی کیوں نہ ہو) اور بعض رسالوں کا حال تو ایسا عبرتناک ہے کہ سوچیے تو افسوس ہوتا ہے۔

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

نہیں کہا جا سکتا کہ ان تمام کے خون ناحق کا ذمہ دار کون ہے؟ مدیران وذمہ داران یا قوم وملت؟ — ہر چیز کیلئے تجربہ شرط ہے۔ اب جبکہ ماہنامہ اشرفیہ کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم خود قلم کار حضرات اور عوام اہل سنت سے انکی حوصلہ مندی کا ثبوت چاہتے ہیں۔ ہمارے جریدہ کے بارے میں قوم کو اعتماد دلانے کیلئے شاید مدرسہ اشرفیہ کی نصف صد سالہ خدمات کافی ہوں

ڈکلریشن کی حوصلہ شکن دشواریوں میں کئی ماہ کا طویل عرصہ گذر گیا۔ بالآخر محب مخلص مولانا سید شمیم گوہر مصباحی ایڈیٹر نمائندہ کی کرم فرمائیوں نے یہ مشکل آسان کی۔ اور نفی کے مقابلہ پر اثبات کا پہلو برآمد ہوا۔ اگرچہ کلیتاً تو مراحل طے نہیں ہوئے مگر اس حد تک ضرور کہ رسالہ جاری کرنے کا جواز مل گیا۔ ع ہر کسے را بہر کارے ساختند گوہر صاحب کا یہ اخلاص کس بنیاد پر ہے اور ان بے پایاں جد وجہد کے تحت الشعور میں کون سا جذبہ کارفرما ہے شاید اسکے لئے یہ کہنا غلط نہ ہو کہ

ہوتی ہے کیسی الفت کیا جانے اس کو دنیا اک درد آشنا کو اک درد آشنا سے

تمام ترغیبات کے باوجود راہ صحافت میں ہمیں اپنی نابلدی اور عدم واقفیت کا پورا پورا احساس ہے۔ اس لئے صائب الرائے اور اس راہ کے شناوروں سے ہماری گزارش ہے کہ از رہ خورد نوازی اپنی گراں قدر ہدایات اور مشوروں سے نوازیں۔

شعبۂ نشریات کے قیام کے سلسلہ میں جناب عبد العادل صاحب ایڈوکیٹ اور الحاج عبد الستار صاحب رکن مجلس منتظمہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ رسالہ کے اجراء کے معاملہ میں بھی ان دونوں بزرگوں نے بنیادی کردار ادا کیا۔ یہ دراصل انھیں حضرات کی کوششوں کا

(باقی صفحہ ۴۱ پر)

ارشادِ گرامی

حضور حافظ ملت قبلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علی حبیبہ الکریم

امابعد۔ برادران اسلام! السلام علیکم۔ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ایک قدیم دینی درسگاہ ہے، جو ترقی کرکے دار العلوم اشرفیہ ہوا، اور اب الجامعۃ الاشرفیہ ہے۔ یہ دینی ادارہ اپنی پوری جد و جہد کے ساتھ تعلیمی و تبلیغی دینی خدمات انجام دیتا رہا۔

۲۰ شوال ۱۳۹۳ھ کی مجلس شوریٰ نے اس میں شعبۂ نشر و اشاعت کا اضافہ کیا۔ یہ شعبہ اپنی بساط کے مطابق تقریری و تحریری خدمات انجام دیتا رہا۔ قلمی خدمات سے ارشاد القرآن، [illegible]، الوسیلۃ السنیہ شائع ہوکر منظر عام پر آ چکیں۔

اب مستقل ماہنامہ اشرفیہ آپ کے زیر نظر ہے۔ انشاء اللہ المولی القدیر یہ رسالہ مذہبی ماہنامہ نہایت پابندی کے ساتھ وقت پر پہنچتا رہے گا۔ امید کہ آپ اس کی قدر کریں گے اور حتی الامکان اس کی اشاعت کو فروغ دیں گے اور اعانت فرمائیں گے۔

دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ میں اس ماہنامہ اشرفیہ کو قوم و ملت اور مذہب اہلسنت کے لیے مفید سے مفید تر فرمائے۔

آمین ثم آمین

فقط

عبد العزیز عفی عنہ

۲۵ ذو الحجہ ۱۳۹۵ھ

فائدہ: اعمال کا مدار جب نیت پر ہے تو کوئی عبادت بغیر نیت کے صحیح نہیں، اور جس عمل کی نیت کی اس کا ثواب پائے گا، لہذا اگر کوئی عمل ایسا ہے جس میں کئی نیتیں ہو سکتی ہیں تو جس کی نیت کرے گا اس کا ثواب پائے گا۔ مثلاً ایک فقیر جو اپنا قریبی رشتہ دار بھی ہے اس کو اللہ کے لیے کچھ دیا، اگر صرف محتاج سمجھ کر دیا تو صرف صدقہ کا ثواب پائے گا، اور اگر صرف قرابت دار سمجھ کر دیا تو صلہ رحمی کا ثواب پائے گا، اور اگر محتاجی اور قرابت داری دونوں کا لحاظ کرتے ہوئے دیا تو ایک ہی عمل میں صدقہ و صلہ رحمی دونوں کا ثواب پائے گا۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے وقت پہلے اپنے عزیزوں، غریبوں اور ضرورت مندوں میں سے جو مستحق ہوں ان کو دیں، اور دیتے وقت صدقہ و صلہ رحمی دونوں کی نیت کر لیں تو دونوں کا ثواب پائیں گے۔

(بقیہ ص)

مان لیا جائے گا، اور اگر آپ کو بروقت کوئی پس ماندہ لفظ ہی نہ مل سکا تو صرف سوالیہ نشان نا نقطے بنا کر چھوڑ دیجیے وہ بھی ایک مصرعہ مان لیا جائے گا اور ایسا ویسا نہیں بلکہ اتنا عظیم کہ جدید شعرا اس مصرعے پر جھوم جھوم جائیں گے۔

یہاں جتنے جملے (خواہ پورے خواہ ادھورے) آپ استعمال کریں گے ان کا بامعنی ہونا بھی ضروری نہیں اور نہ ہی کسی مصرعے کا دوسرے مصرعے کے ساتھ مربوط ہونا ہی ضروری ہے بلکہ جو مصرعے جتنا ہی بے ربط و بے معنی ہوں گے ان سے ہم آہنگ اشعار اتنے ہی اونچے سمجھے جائیں گے اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ واقعی جدید شاعری کا سرے سے کوئی مفہوم ہی نہیں ہوتا نہیں بلکہ ان کا مفہوم بہت اونچا ہوتا ہے، اتنا اونچا کہ فہم انسانی ان کی نچلی سطح کو بھی نہیں چھو سکتی یعنی ان کا مطلب انسان کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ وہ مافوق الانسان کے سمجھنے کی چیز ہے۔

(باقی آئندہ)

ماہنامہ اشرفیہ

کے لیے مضامین صرف غیر مطبوعہ ارسال کریں۔ خوشخط اور صاف لکھیں۔ آیات و احادیث پر اعراب لگائیں۔ دو سطروں کے درمیان فاصلہ چھوڑیں۔ کاغذ پر صرف ایک ہی طرف لکھیں۔

تحریری امور میں محترم ایڈیٹر صاحب سے اور خریداری ایجنسی اور اشتہار وغیرہ کے لیے سرکولیشن منیجر سے رابطہ قائم کریں۔

دفتر ماہنامہ اشرفیہ۔ مبارک پور ضلع اعظم گڈھ (یو پی۔ ہند)

از افادات حافظ ملت قبلہ

نیّت

تمام افعال و اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے، جیسی نیت ویسا ہی عمل۔ نیک نیتی سے عمل مقبول ہو، باعث اجر و ثواب ہے۔ بدنیتی سے عمل مردود ہے، موجب عذاب و عتاب ہے۔ قول ہو یا فعل، اخذ ہو یا ترک، از قبیل عبادات ہو یا معاملات کسی عمل پر بھی اجر و ثواب کا حصول حسن نیت پر موقوف ہے۔ اصول دین میں یہ اصل عظیم اصل الاصول ہے جس کی مبارک تعلیم سید انبیاء محبوب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث نے دی ہے جس کو حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامرء مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ

(بخاری و مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال کا ثواب حسن نیت پر موقوف ہے۔ مرد کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، وہ شخص جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو، اس کی ہجرت مقبول ہے اور جس کی ہجرت حصول دنیا کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو اسکی ہجرت مردود ہے۔

یعنی کوئی عمل بھی خواہ کیسا ہی عظیم الشان کیوں نہ ہو جب تک وہ خالص اللہ اور اس کے رسول کے لیے نہ کیا معتبر نہیں۔ عبرت کا مقام ہے کہ ہجرت جیسا عمل بھی اگر رضائے الٰہی کے لیے نہیں تو مردود ہے۔ اس حدیث کی عظمت و فضیلت، صحت و قوت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے، کثرت رواۃ و کثرت طرق کا یہ عالم ہے کہ بعض محدثین نے اس کو متواتر کہا ہے۔

توضیح باعتبار لغت کے نیت قصد و ارادہ کا نام ہے، لیکن یہاں مراد تقرب الی اللہ کا قصد و ارادہ ہے یعنی جو کام کرے اللہ کے لیے کرے۔ اس کی فرماں برداری کے لیے ہو، اسی کی رضا و خوشنودی مطلوب ہو۔

تنبیہ نیت فعل قلب ہے، زبان سے کہنے کی حاجت نہیں، اگر زبان سے کہے تو بہتر ہے۔ لیکن اگر زبان سے کہا اور دل غافل ہے تو اس کا اعتبار نہیں۔ اور اگر دل میں نیت ہے اور زبان سے نہ کہا، یا زبان سے اس کے خلاف نکلا تو یہ نیت معتبر ہے۔ مثلاً ظہر کی فرض نماز کی نیت دل میں ہے اور زبان سے نہ کہا یا زبان سے عصر یا مغرب نکلا تو نماز ظہر صحیح ہے اور اگر دل میں نیت نہیں یا عصر و مغرب کی نیت ہے اور زبان سے نماز ظہر کہا تو ظہر کی نماز نہ ہوگی۔

ماہنامہ اشرفیہ

صرف ایک جریدہ نہیں ــــــــــــــــ بلکہ

تاریکیوں میں ہدایت کا روشن مینار ہے!

جہل و غباوت کے ماحول میں علم و شعور کی قندیل ہے!

اقدار اسلامی کے فروغ و بقا کے لیے ایک زندہ تحریک ہے!

اس ــــ لیے

- آپ خود اس کی خریداری قبول فرمائیں
- اپنے احباب کو ترغیب دیں
- لائبریریوں کے لیے جاری کرائیں
- اپنے علاقہ میں اس کی ایجنسی قائم کریں یا کرائیں

اس دینی مجلہ میں اشتہار دے کر ادارہ کا مالی تعاون کریں

نرخ نامۂ اشتہار

عام صفحہ :- ۱۲۵/- روپئے ۔ نصف صفحہ :- ۷۵/- روپئے ۔ چوتھائی صفحہ :- ۴۰/- روپئے

ٹائیٹل صفحہ ۲ :- ۱۷۵/- روپئے ۔ ٹائیٹل صفحہ ۳ :- ۱۵۰/- روپئے ۔ ٹائیٹل صفحہ ۴ :- ۲۵۰/- روپئے

سرکولیشن منیجر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڈھ (یوپی انڈیا)

تقویٰ کا اثر معاشرہ پر

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اعظمی ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ

آج دنیا میں ہر جگہ طبقاتی کشمکش ہے۔ کہیں نابرابری کی جنگ ہے۔ کہیں اقتدار پسندی کے نتیجہ میں لڑائی ہے۔ کہیں افراط زر نے فحاشی کے اتنے اڈے قائم کر رکھے ہیں کہ زمین خیر کے بجائے فساد کا گہوارہ بن گئی ہے۔ گویا دنیا جہنم کدہ بن چکی ہے۔ پورے معاشرے کے جسم سے گندگی کا ناسور رس رہا ہے کہ سارے ماحول میں تعفن گھول رہا ہے۔ انسانوں کی آبادی درندوں کا ریوڑ بن گئی ہے۔ چین و سکون غارت ہے۔ اطمینان کا سرمایہ لٹ چکا ہے۔ رعایا سربراہ مملکت سے خائف ہے۔ سربراہ مملکت کا اعتماد رعایا سے اٹھ چکا ہے۔ بھائی بھائی سے ترساں اور باپ بیٹے میں ان بن ہے۔ بستی میں قرار ہے نہ ویرانے میں ع جینے بستی میں نہ صحرا میں اماں ملتی ہے

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کی قرآنی صداقت کو آج کون جھٹلانے کی جسارت کر سکتا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ ایک مملکت، دوسری مملکت پر لپے ہڑپ کرنے کیلئے حریصانہ نگاہ لگائے ہوئے ہے۔ ہر ملک اسلحہ سازی کی فکر اور دور مار میزائلوں کی فراہمی کے لئے وسائل کی جستجو میں ہے کہیں جنگ گرم ہے تو کہیں سرد۔ ذرا بھی مزاج کے خلاف کوئی بات ہوئی تو توپیں گولے اگلنے لگتی ہیں۔ اور ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، نایام بم، کی ہلاکت خیزی سے پوری دنیا چیخ اٹھتی ہے۔ امن کے نام پر یہ سب کچھ روا رکھا جاتا ہے۔ مہر و مروت، صلح و آشتی، باہمی رواداری کے الفاظ گویا مہذب و ترقی یافتہ ملکوں کے لغت سے مٹا دیئے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو سوویت یونین کا جائزہ مجریہ ۲۱ر جولائی ۱۹۸۳ء

اسلحہ سازی کی دوڑ نوع انسانی کے لئے ایک عذاب بنی ہوئی ہے۔ اقوام متحدہ کے ماہرین کے مطابق فوجی مقاصد کیلئے ہر سال ....۳ کروڑ ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں یہ رقم ترقی پذیر ملکوں کو دی جانے والی بین الاقوامی معاشی امداد کی مکمل رقم کے مقابلہ میں ۲۰ گنا زیادہ ہے۔

صورت حال کی سنگینی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک طرف فوجی تیاریوں پر اتنی کثیر رقم صرف کی جا رہی ہے اور دوسری طرف دنیا میں ۱۰ کروڑ سے زیادہ لوگ ان پڑھ ہیں۔ اور لاکھوں افراد مناسب طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

تہذیب جدید کا یہ کرشمہ ہے کہ قوم ہو یا فرد اخلاقی گراوٹ میں اس طرح مبتلا ہے کہ شریف انسان کو دیکھ کر

گھن آتی ہے شرم وحیا، محبت ورحمدلی، مخلوق پروری و غمگساری
اور عدل وانصاف وغیرہ اعلیٰ اخلاقی قدروں سے پورا معاشرہ
خالی ہو چکا ہے۔ حالانکہ انھیں صفات سے انسانیت کی
تکمیل ہوتی ہے۔

مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگوں کے دلوں میں اس
تہذیب نے ایسا بیج بویا ہے کہ خدا کے تصور اور مذہب
کی قید وبند سے آزاد ہو گئے۔ اور لازمی طور پر طہارت
قلب و پاکیزگی نگاہ سے محروم ہو گئے۔

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

اس تہذیب کے فحش نگاری اور غلاظت سے بھرے
ہوئے لٹریچر کے زہریلے جراثیم نے وہ گل کھلائے کہ الامان
الحفیظ بے حیائی اخلاق سوز کردار عریانیت وحسن نمائی اور
بر سر عام عصمتوں کا نیلام روزمرہ کی زندگی بن گئی ہے
اس بلاخیز تہذیب نے جو جہنم تیار کیا ہے اسکی لپیٹ میں
جو ملک جتنا آیا اتنا ہی اس نے اس سے پناہ مانگی۔

ایک امریکی مصنف واخبار نویس جس نے اپنے ملک
میں پھیلے ہوئے فحش لٹریچر کے خلاف مہم شروع کی۔ اس
لٹریچر کا ذکر اپنے مشاہدات کی بنا پر ان الفاظ میں کرتا ہے۔
"میں نے ان کتابوں کی ورق گردانی شروع کردی انکے
مندرجات پڑھ کر حیران و پریشان رہ گیا۔ میں نے محسوس
کیا کہ گویا میں نے بپھرے ہوئے سیاہ ناگ پر اپنا
پاؤں رکھ دیا ہے۔
ان کتابوں میں ایسی عریاں تصویریں تھیں کہ اخلاق

معمولی حس رکھنے والا کوئی شخص یہ برداشت نہیں کر سکتا
کہ اس کے بچے ایسی کتابیں پڑھیں۔ میں نے خیال کیا کہ کتابیں
ہمارے شہر میں ہمارے بچوں کی ہاتھ فروخت نہیں کیجاتی
لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ بازار میں بک اسٹالوں پر میں
ایسی بیشمار کتابیں دیکھیں۔ یہ لٹریچر عمومی گمراہی، بجروی اور
پستی وابتذال کے محرکات کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے۔
یہ ادب ہوشمندی اور پاگل پن کے درمیان ایک ایسے
ماحول کا نقشہ پیش کرتا ہے جس میں خوفناک مخلوق آباد ہے
جس میں ڈاکوؤں کی سینہ زوری اور جیرہ دستی کا دور دورہ
ہے۔ جہاں عزت وآبرو پر حملہ نہایت معمولی بات سمجھی جاتی
غرض یہاں ہر اس بات کا مذاق اڑایا جاتا ہے بلکہ اس پر ٹھوکر
جاتا ہے جس کو صدیوں سے معاشرہ میں ادب واحترام حاصل
ہے۔ غرض انسانی تمدن کی لازوال اقدار کو نہایت بے رحمی
سے پامال کیا جاتا ہے۔
سنسنی خیز لٹریچر کی اس مخصوص دنیا میں انسانی جان
کی ہلاکت کوئی قابل ذکر بات ہی نہیں سمجھی جاتی۔ پھر اسمیں
جنس کی جس طرح آمیزش کی جاتی ہے اس کا ہر پہلو انسان کے
پست وذلیل جذبات کو اکساتا ہے اور جو ذہن ایک بار اس
لٹریچر سے مسحور ہو جائے اسکے لئے بڑے سے بڑا گھناؤنا جرم
بھی عیب نہیں رہ جاتا۔
آپ کسی بک اسٹال پر چلے جائیے وہاں آپ کو بیشمار رسائل
اور جرائد ایسے نظر آئیں گے۔ جس کے سرورق پر نظر ڈالتے ہی سے
بخوبی اندازہ ہو جائیگا کہ انکے اندر کتنا تعفن اور غلاظت بھری ہوتی ہے
انسان کے پست جذبات کو اپیل کرنیوالے

شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ

مولینا محمد احمد اعظمی بھیروی

تاریخ اسلام کی اُن مقتدر ہستیوں میں آپ کا نام گرامی ہے جنکے دَم سے عظمت دین اور سطوت علم قائم رہی۔ جن کے سامنے تبلیغ اسلام اور اصلاح زمانہ کی راہ میں عظیم الشوکت فرمانرواؤں کا اقتدار ہیچ تھا۔ جنھوں نے ایک عالم کو ایمان و یقین کی روشنی بخشی اور ایک جہان اُن کے وجود کی برکتوں سے مالا مال ہوا۔

ولادت، تعلیم اور علمی جلالت شیخ عز الدین بن عبد السلام، غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے سترہ برس بعد ۵۷۸ھ میں سرزمین دمشق میں پیدا ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق آپ نے عہد شباب میں تحصیل علم کا آغاز کیا مگر اپنے وفور شوق اور غیر معمولی جد و جہد کے نتیجے میں بہت جلد تکمیل کر کے معاصر علماء پر سبقت لے گئے اور سب نے آپ کی جلالت شان کا اعتراف کیا۔

۶۳۹ھ میں مصر پہنچے تو بلند پایہ محدث علامہ عبد العظیم منذری (م ۶۵۶ھ) صاحب کتاب "الترغیب و الترھیب" نے افتاء سے دستبرداری ظاہر کر دی اور فرمایا "جس شہر میں شیخ عز الدین جیسا جلیل القدر فقیہہ موجود ہو، وہاں دوسرے کے لئے کار افتار درست نہیں"

قاضی مجیر الدین علیمی اپنی کتاب "تاریخ المعتبر فی انباء من عبر" میں شیخ کی عظمت شان کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں

ان سیدنا الشیخ عز الدین بلغ رتبۃ الاجتہاد مع الزہد حتی ظہر حالہ فی المکاشفات وانہ لقب بسلطان العلماء وکان حسن المحاضرۃ بالنوادر والاشعار

سیدنا شیخ عز الدین درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے اسی کے ساتھ پیکر زہد و ورع بھی تھے یہاں تک کہ مکاشفات میں انکا حال مقام ظاہر ہو گیا، انھیں "سلطان العلماء" کا لقب ملا، نوادرات و اشعار پیش کرنے میں بڑے حاضر جواب تھے۔

علمی وقار اور عالمانہ اوصاف شیخ بڑی پر جلال اور باوقار شخصیت کے مالک تھے، بادشاہوں کی دربار حضوری قطعاً پسند نہ تھی، خود ان کے بلانے پر اگر کبھی گئے تو "جی حضوری" یا خاموشی نہیں اختیار کی بلکہ ان کی بے اعتدالیوں اور بدعنوانیوں پر بروقت تنقید و تنبیہ کی اور اپنے خلوص قلب اور عالمانہ رعب و جلال کی وجہ سے اثر انداز بھی ہوئے۔

مجاہدانہ کردار اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ، فتنۂ تاتار ہے۔ جس کے متواتر حملوں نے ممالک اسلامیہ کی بنیادیں ہلا دیں، مسلمانوں کے دلوں میں خوف و ہراس گھر کر گیا، یہاں تک کہ تاتاریوں کی شکست ناممکن خیال کی جانے لگی، اور یہ فقرہ لوگوں کے زبان زد ہو گیا۔

اذا قیل لک ان التتر انھزموا فلا تصدق — اگر کوئی تمھیں تاتاریوں کی شکست خوردگی کی خبر دے تو صحیح نہ مانو

۱؎ قلائد الجواہر الشیخ محمد بن یحییٰ الحنبلی ص ۱۶۷

اس دور میں سب سے پہلے سرفروش حضرت شیخ عز الدین
ہیں جنھوں نے تاتاریوں کے مصر کی طرف رخ کرنے کی خبر سنتے ہی لوگوں
میں ولولۂ جہاد اور جذبہ استقامت پیدا کیا، اور سلطان مصر سے
فرمایا تم جہاد کیلئے صف آرا ہوجاؤ فتح کی ضمانت میں لیتا ہوں۔
مالیاتی قلت کی وجہ سے مصارف جہاد کے انتظام کے لئے
سلطان نے تاجروں سے قرض لئے جانے کی تجویز پیش کی، تو شیخ
نے فرمایا "پہلے شاہی محل کے جواہرات، بیگمات کے زیورات اور
ارکان سلطنت کے وہ زیورات نکالے جائیں جو شرعاً حرام ہیں پھر
اگر ضرورت ہو تو قرض لیا جائے"۔

زر پرست اذہان کیلئے یہ تجویز بہت گراں بار تھی مگر شیخ کی
شخصیت کا اثر اتنا تھا کہ تمام زیورات و جواہرات حاضر کردیئے
گئے جو مصارف جہاد میں لگائے گئے اور دوسری سلطنتوں کے
برخلاف مسلمانوں کو پہلی بار تاتاریوں کے مقابلے میں فتح حاصل
ہوئی جس کے بعد تاتاری پسپا ہوتے گئے یہاں تک ان کی
شوکت و سطوت کا خاتمہ ہوگیا۔

جرأت بے باک حکم شرعی کے نفاذ میں شیخ کسی کے
منصب و اقتدار سے ذرا بھی مرعوب نہ ہوتے اور جو بات حق ہوتی
اسے نہ صرف کہہ کے سنا دیتے بلکہ کر کے دکھا دیتے۔

الملک الصالح نجم الدین ایوب (م ۶۴۷ھ) کے زمانے
میں آپ قاضی اور مساجد کے مہتمم تھے۔ اس وقت فخر الدین عثمان
نامی ایک شخص قصر شاہی کا مہتمم تھا مگر عملاً نائب السلطنت اور
حکومت کے سارے کاموں میں دخیل تھا۔ اس نے ایک مسجد کی
چھت پر طبل خانہ بنوادیا۔ شیخ نے مطلع ہونے کے بعد فوراً حکم
صادر کردیا کہ شرعاً یہ تعمیر جائز نہیں لہٰذا وہ عمارت منہدم کردی جائے،
اور اس جرم میں فخر الدین عثمان کو ساقط الشہادۃ قرار دیا پھر عہدۂ
قضا سے مستعفی بھی ہوگئے۔ سلطان نے اگرچہ آپ کو دوبارہ عہدۂ
قضا پر مامور نہیں کیا مگر اسکی نگاہ میں اس واقعہ سے شیخ کی
عظمت کچھ کم نہیں ہوئی۔

ادھر عالم اسلام میں شیخ کی علمی سطوت کا اثر یہ تھا کہ اسی
زمانے میں مصری سفارت کوئی پیغام لیکر خلیفہ بغداد کے پاس پہنچی
خلیفہ نے دریافت کیا یہ پیغام تم نے خود بادشاہ کی زبانی سنا ہے
یا کسی کے توسط سے؟ انھوں نے کہا ہم نے یہ پیغام قصر شاہی کے
مہتمم فخر الدین کی زبانی سنا ہے۔ خلیفہ نے کہا اسے تو شیخ
عز الدین نے ساقط الشہادۃ قرار دیا ہے اس لئے تمھارا پیغام
لائق قبول نہیں۔ نتیجۃً سفارت پھر مصر واپس آئی اور بادشاہ کی
زبانی پیغام سنکر دوبارہ بغداد جاکر پیغام پہنچایا تو مسموع ہوا۔

بے مثال شجاعت مصر میں کچھ امرائے سلطنت بیت المال
کی ملک اور غلام تھے۔ یہ شرعی طریقہ پہ آزادی حاصل کئے بغیر
حکومت کے بڑے بڑے عہدوں کے مالک ہوگئے اور اطراف حکومت
میں اپنا اثر و اقتدار جمالیا۔ ان میں ایک وزیر اعظم اور نائب السلطنت
بھی تھا۔

شیخ نے فتویٰ دیدیا کہ "یہ امراء بیت المال کی ملک ہیں
جب تک شرعی طریقہ پر آزاد نہ کئے جائیں ان کے معاملات درست
نہیں" شیخ کا فتویٰ سنکر مسلمانوں نے ان امراء سے معاملات
ترک کردئے اور وہ سخت دقت و پریشانی میں مبتلا ہوگئے
انھوں نے ہر چند منت و سماجت کی اور سلطان نے بھی سفارش
کی مگر آپ حکم شرعی پر قائم رہے۔ شیخ نے بتایا کہ میں ان
سب کا نیلام کروں گا، ان کی قیمت مسلمانوں کے کام میں صرف

ہوگی اور آزاد ہونیکے بعد ان کے معاملات درست ہوں گے۔

کسی خوشامدی نے شیخ نے اپنا فتویٰ واپس نہیں لیا تو نائب السلطنت اپنے نیلام اور ذلت کے تصور سے غضبناک ہو گیا۔ ننگی تلوار لئے اپنے عملہ کے ہمراہ شیخ کے گھر پہنچا دروازہ کھٹکھٹایا تو صاحبزادے باہر نکلے اور صورت حال دیکھکر والد بزرگوار کو مطلع کیا۔ شیخ نے فرمایا "بیٹا! تمھارے باپ کا مقدر کہاں کہ راہ مولا میں شہید ہو" یہ فرمایا اور اٹھکر دروازے پر آ گئے۔ نائب السلطنت نے دیکھا تو اسکے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اس نے روتے ہوئے گفتگو کی اور آخر کار عرض کیا۔ میرے آقا! آپ جو حکم فرمائیں میں راضی ہوں گا۔

شیخ نے تمام امرا کا نیلام کیا اور ان کے اعزاز میں دام بہت زیادہ کہا پھر یہ آزاد ہو کر اپنے گھر گئے طبقات میں ابن السبکی فرماتے ہیں "ایک عالم دین کے رعب و دبدبہ کی یہ انتہائی مثال ہے جو کہیں اور سننے میں نہیں آتی"۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں شیخ کا فکری موقف :۔

علماء حق پر سب سے بڑی ذمہ داری امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہے اس ذمہ داری کو شیخ نے جس پابندی اور پامردی سے ادا کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں شیخ نہایت سخت مسلک فکر پر عامل تھے اپنے اسی علمی و فکری موقف کا اظہار کرتے ہوئے الملک الاشرف کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

ولعبد ذلك فانا نزعم اننا من جملة	ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم جماعت الٰہیہ کے افراد
حزب الله وانصار دینه وجنده	دین خدا کے مددگار اور لشکر ہیں۔ اور جو لشکری
وكل جندی لایخاطر بنفسه فلیس بجندی	اپنی جان خطرے میں ڈالنے کے لئے تیار نہ ہو وہ لشکری نہیں۔

ایک دوسرے خطبہ میں بڑی صفائی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ان کا یہ بیان علماء زمانہ کیلئے درس عبرت و بصیرت ہے۔ فرماتے ہیں۔

قد امرنا الله بالجهاد فی نصرة	ہمیں اللہ نے اپنے دین کی مدد میں جہاد کا حکم دیا ہے
دینه، الا ان سلاح العالم علمه	یقین کرو کہ جسطرح بادشاہ کا ہتھیار شمشیر و سنان ہے
ولسانه، کما ان سلاح الملك سیفه	اسی طرح عالم کا ہتھیار اس کا علم اور زبان ہے
وسنانه فکما لایجوز للملوك اغماد	اور جسطرح بادشاہوں کیلئے بے دینوں اور
اسلحتهم عن الملحدین والمشرکین	مشرکوں سے اپنے ہتھیار روک کر نیام میں کرنا جائز نہیں
لایجوز للعلماء اغماد السنتهم عن	اسی طرح علماء کیلئے کجرؤں اور بد مذہبوں سے روک کر
الزائغین المبتدعین (طبقات شافعیہ)	اپنی زبانیں نیام میں کرنا جائز نہیں۔

شریعت کے معاملے میں شیخ اپنی بھی رعایت نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی فتوے میں ان سے غلطی ہو گئی تو اپنے غیر معمولی منصب و اثر کا لحاظ کئے بغیر اعلان کرا دیا کہ "ابن عبد السلام نے جسے فلاں فتویٰ دیا ہو وہ اس پر عمل نہ کرے اس لئے کہ وہ غلط ہے"

آپ عالم شریعت ہونے کے ساتھ شیخ طریقت بھی تھے ... شیخ المشائخ حضرت شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ (م ۶۳۲ھ) سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔

تصنیفات :۔ شیخ نے نہ کہ اپنے زمانے میں اصلاحی اور تجدیدی کارنامے انجام دئے ہیں بلکہ بعد والوں کیلئے کتابوں کا گرانقدر ذخیرہ بھی چھوڑ گئے ہیں۔ آپ کی تصنیفات القواعد الکبریٰ، الامام فی ادلۃ الاحکام، مجاز القرآن، کنز الفوائد سے علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) وغیرہ استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

وفات :۔ الملک الظاہر بیبرس (م ۶۷۶ھ) کے عہد حکومت میں بتاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۶۶۰ھ علم وفن، اصلاح و تقدس اور اصلاح و ارشاد کا یہ سلطان اس دار فانی کو خیرباد کہہ گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ؔ دیکھئے الاتقان للسیوطی ص ۸

شخصیات

مولانا محمد عبد المبین نعمانی
(فاضل اشرفیہ)

عالمگیر ایک دیندار تعمیری شخصیت

مسلم سلاطینِ ہند میں عالمگیر ایک عجیب و غریب، دیندار اور نرالی شان کا بادشاہ گذرا ہے۔ اس نے صرف حکومت ہی نہیں کی بلکہ اپنی زندگی کو دین کے سانچے میں ڈھال کر عوام و خواص کے لئے ایک بہترین نمونہ عمل پیش کیا۔ ذیل میں آپ کی حیات طیبہ کی چند جھلکیاں پیش کی جارہی ہیں۔ جن سے آپ کی گوناگوں حیثیت۔ مختلف النوع طرز زندگی اور بیش بہا جذبۂ خدمتِ خلق و حمیتِ دینی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ولادت: آپ ۱۵ ذوالقعدہ ۱۰۲۷ھ / ۱۶۱۸ء کو مقام "دوحد" میں پیدا ہوئے اور اپنے والد شاہجہاں اور والدہ ممتاز محل کے چھٹے شاہزادے ہیں۔ بادشاہ جہانگیر نے "اورنگ زیب" نام تجویز کیا، طالب کلیم ہمدانی نے "آفتاب عالمتاب" سے اور ایک شاعر نے "گوہر تاج ملوک اورنگ زیب" سے تاریخ ولادت استخراج کی ہے۔

تعلیم و تربیت: عہد طفلی ہی سے والدین نے آپ کی تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام کیا۔ اور فطری طور سے بھی آپ بڑے جید طبع اور ذہین و فطین تھے جس کی وجہ سے اکثر علمی مشغلوں میں مصروف رہے اور عمر کے آخری حصے تک مطالعہ و مذاکرۂ علمی کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی نگارشات میں ادبی سحر کاری اور سلاست بخوبی اور خاصی مقدار میں پائی جاتی ہے جس سے آپ کے ذوقِ ادبی کا پتہ چلتا ہے۔

عربی کے فاضل اجل تھے، ترکی بھی خوب جانتے تھے اور فارسی تو ان کے گھر کی لونڈی تھی۔

اساتذہ عالمگیر: ابتدائی تعلیم کے بعد پہلے استاذ جن سے بہت کچھ سیکھا وہ مولانا عبد اللہ سلطان پوری تھے۔ مولوی رحمٰن علی مصنف "تذکرہ علماء ہند" ان کے بارے میں راقم ہیں کہ۔ آپ معقولات و منقولات میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے اور اپنے وقت کے جید و مشہور علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ ہی نے دارا شکوہ (برادر عالمگیر) کو بھی پڑھایا۔ کثرت درس اور مطالعہ سے آخر عمر میں آپ کی بصارت زائل ہوگئی تھی۔ حضرت عالمگیر کے والد شاہجہاں نے کثیر خدمات کی بنا پر آپ کی معاشیات کیلئے ایک خاص رقم مستقل طور پر مقرر کردی تھی اور انھیں اجازت بھی دیدی کہ اپنے وطن مالوف جاکر علوم دینیہ کا درس دیں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔[1]

اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے دوسرے استاذ حضرت میر ہاشم گیلانی تھے یہ علوم دینیہ کے ساتھ عربی ادب کے بھی بڑے

[1] تذکرہ علمائے ہند ص ۹۲

ماہر تھے۔ ہندوستان سے درس فضیلت حاصل کرنے کے بعد آپ حجازِ مقدس تشریف لے گئے اور بارہ[12] برس تک حرمین شریفین میں مقیم رہے۔ منقولات شیخ محمد عربی محدث، شیخ عبدالرحیم حسانی اور ملا علی سے۔ اور معقولات میر نصیرالدین حسینی سے حاصل کیا۔ میر نصیرالدین نے احمد آباد اور گجرات کے علاقے میں بھی درس و تدریس کی خدمت انجام دی ہے۔ آپ نے تفسیر بیضاوی پر ایک حاشیہ بھی لکھا ہے[۲] مگر اس کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہ ہو سکی کہ یہ طبع ہوا ہے یا نہیں۔

ان کے علاوہ "ملا موہن بہاری" کا نام بھی اساتذہ عالمگیر میں لیا جاتا ہے آپ ایک عجوبۂ روزگار ہستی تھے۔ دس برس کی عمر میں کلام اللہ حفظ کیا اور سترہ برس میں فراغت فضیلت حاصل کی۔ کچھ دنوں بہار میں درس دیتے رہے آخر میں اورنگ زیب عالمگیر کی تعلیم و تربیت پر مامور ہوئے۔ آپ کا اصل نام محب اللہ تھا مگر ملا موہن کے نام سے مشہور تھے[۸] قصبہ بہار شریف آپ کا مولد و مسکن ہے چوراسی برس کی عمر پا کر دنیا سے تشریف لے گئے سن وفات ۱۰۷۱ھ ہے[۳]

"احکام عالمگیری" سے پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب نے علامی سعد اللہ خاں سے بھی کچھ استفادۂ علمی کیا ہے[۴]

مولٰنا سید محمد قنوجی ایک بلند پایہ فاضل اور صاحب دل بزرگ گذرے ہیں حضرت عالمگیر نے ان سے خاص طور پر حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا درس لیا[۵]

اورنگ زیب کے اساتذہ میں حضرت شیخ احمد ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ آپ قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اسی بنا پر آپ صدیقی بھی کہلاتے ہیں۔

آپ اپنے دور کے زبردست محدث مفسر فقیہہ اور جامع المعقول والمنقول عالم تھے۔ اور اپنے عصر میں مرجع الفتاویٰ بھی تھے۔ صرف سات برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا پھر مختلف اطراف واکناف کے جید اساتذہ سے علمی استفادہ کیا۔

آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا کتابیں ورق کی ورق یاد ہو جایا کرتیں آخر میں آپ نے مولٰنا لطف اللہ صاحب جہان آبادی سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا اور سولہ برس کی قلیل عمر میں آپ نے تمام علوم و فنون کی تکمیل کر لی۔

اکیس برس کی عمر میں آپ نے ۱۰۶۹ھ میں تفسیرات احمدیہ کی تصنیف کی۔ اس کتاب میں آپ نے ان آیات کو جمع کیا ہے جن سے فقہی احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ پھر اکیاون برس کی عمر میں جبکہ آپ بیت اللہ کے حج کیلئے تشریف لے گئے۔ تو مدینہ منورہ میں بعض طلبہ کے اصرار پر اصول فقہ کے متن "المنار" کی شرح "نور الانوار" تصنیف کی اور تقریباً سوا دو ماہ کے قلیل عرصہ میں پوری کتاب کا مسودہ مکمل کر لیا تھا

یہ دونوں کتابیں اہل علم میں خوب مقبول ہوئیں اور اب بھی برابر اس سے استفادہ جاری ہے۔ بالخصوص نور الانوار حنفی اصول فقہ میں بڑی معرکۃ الآرا کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اور آج بھی اکثر مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔ یہاں تک کہ بعض غیر حنفی حضرات بھی اس کو داخل درس کئے ہوئے ہیں۔

حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے اور انکی استاذانہ شان کا پورا پورا احترام کرتے تھے۔ عالمگیر

۳ بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم ص ۳۵-۳۶ ۴ تحفۃ الکرام ص ۴۳ ۵ احکام عالمگیری ص ۸ ۶ تذکرہ علمائے ہند ۸۲

کا بیٹا عالم شاہ بھی آپ کی عزت و تکریم میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا تھا۔ شہزادگی سے بے نیاز ہو کر پورے آداب بجالاتا تھا۔

"نورالانوار" کی تصنیف کے بعد آپ صرف پچیس[۲۵] سال زندہ رہے اور ۱۱۳۰ھ دہلی میں وفات پائی اور اپنے وطن امیٹھی میں مدفون ہوئے "خورشید اوج" تاریخ وفات ہے[۵۶]

عالمگیر کا تدیّن: حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک بادشاہ ہی نہیں بلکہ ایک اچھے خاصے دیندار شخص بھی تھے۔ دینی علوم سے طبعی لگاؤ بھی تھا اور اکثر مذہبی کتابیں اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی کی تصانیف شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات شیخ زین الدین۔ شیخ قطب الدین۔ شیخ محی الدین شیرازی کے رسائل خاص شوق سے مطالعہ کرتے تھے[۵۷]

فتاویٰ عالمگیری: حضرت عالم گیر اورنگ زیب کا سب سے بڑا اور عظیم الشان دینی کارنامہ "فتاویٰ عالمگیری" ہے کتاب وسنت کے احکام کو سمجھنے کے لئے اور فقہی متخرجہ جزئیات کا علم حاصل کرنے کیلئے نہایت درجہ مفید اور کارآمد فقہی شاہکار ہے۔ بلکہ اگر اس کو فقہ حنفی کی انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اورنگ زیب نے ملک کے ممتاز علماء سے فرمائش کی کہ فقہ کی تمام مستند کتابوں سے مسائل کا انتخاب کر کے ایک عظیم کتاب مرتب کریں۔

ملا محمد کاظم شیرازی "عالمگیر نامہ" میں تحریر کرتے ہیں۔

"چونکہ بادشاہ سلامت (عالمگیر) کو اس کا خاص خیال ہے کہ مسلمان ان دینی مسائل پر عمل کریں۔ جنھیں حنفی مذہب کے علماء عمل کے قابل سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ مسائل نہایت پریشان (منتشر) صورت میں ادھر ادھر کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کا کسی ایک کتاب میں نہ ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ ایک مبسوط کتاب میں انھیں ضبط اور جمع کر دیا جائے۔ اس بنا پر بادشاہ (عالمگیر) کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ پایۂ تخت کے علماء کی ایک جماعت شاہی کتب خانہ کی ان فقہی کتابوں کو جو ایک مدت سے اطراف واکناف عالم سے جمع کی گئی ہیں سامنے رکھ کر بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ ان مسائل کو ایک کتاب میں جمع کریں۔ تاکہ ہر شخص اس کتاب کی مدد سے فقہی مسائل آسانی کے ساتھ معلوم کر سکے اور قاضی و مفتی بہت سی کتابوں کے جمع کرنے اور پڑھنے سے بے نیاز ہو جائیں۔ اس کام کی ذمہ داری شیخ نظام کو سونپی گئی۔

تمام علماء و فضلا کے معقول وظیفے مقرر کئے گئے۔ اور اس کام میں مشغول ہو گئے۔ اس کام کے لئے جن کتابوں کی ضرورت تھی وہ شاہی کتب خانے سے ان کے حوالے کی گئیں بہر سال اس کام پر ایک بہت بڑی رقم خزانۂ شاہی سے صرف کیجاتی ہے۔ جب یہ کتاب مکمل ہو جائیگی تو دنیا تمام فقہی کتابوں سے بے نیاز ہو جائیگی اور اس کا ثواب بادشاہ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا (عالمگیر نامہ ص۱۰۸۶)

آٹھ سال میں دو لاکھ روپیہ صرف کر کے یہ مایہ ناز اور معرکۃ الآراء فقہی شاہکار مکمل ہوا۔ اس کتاب میں صرف ماخذ اتنے ہیں کہ اگر انھیں ترتیب دیا جائے تو ایک اچھا خاصا رسالہ تیار ہو سکتا ہے اخذ کی یہ سب کتابیں وہی ہیں جو شاہی کتب خانے میں موجود تھیں۔ اسی سے عالمگیر کے ذوق علمی اور دین و مذہب سے گہرے لگاؤ کا پتہ چلتا ہے۔ گویا یہ

[۵۶] حدائق الحنفیہ ص۴۳۶ [۵۷] مآثر عالمگیری ص۲۹۹

کتب خانہ مذہبی علوم وفنون کی کتابوں کا ایک بیش بہا خزانہ تھا۔

"فتاویٰ عالمگیری" میں جن علماء ومحققین نے اپنی کاوش علمی کو پیش کیا ہے۔ انکی فہرست بھی اتنی طویل ہے کہ صرف ان کے تذکرے پر ایک ضخیم کتاب تیار کی جاسکتی ہے۔

عالمگیر اور اشاعت علوم: عالمگیر کو اشاعت علوم سے بڑی دلچسپی تھی۔ آپ اس سلسلے میں دل کھول کر روپے خرچ کرتے۔ اور اس طرف بھی خصوصی توجہ دیتے کہ علماء کرام فارغ البال اور خوشحال ہوں تاکہ امور دینیہ کو بخوبی اور اطمینان وسکون کے ساتھ انجام دے سکیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے صوبائی گورنروں کو یہ تاکیدی حکم جاری کردیا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں تعلیمی سلسلے جاری کریں۔ مدارس تعمیر کرائیں دار العلوم کھولیں اور خاصکر علماء کو معاشی امداد پہنچائیں تاکہ وہ دلجمعی سے کام کرسکیں۔

مرات احمدی کا مصنف، راقم ہے کہ اورنگ زیب نے سرکاری خزانے پر یہ بوجھ ڈالا کہ ملک کے ہر طالب علم کو وظیفہ دیا جائے۔ اور مملکت کے تمام حصوں میں تعلیم پانیوالے افراد کا نام اس علاقے کے سرکاری رجسٹر میں درج ہوا کریں چنانچہ ہر طالب علم کو اس کے درجے کے مطابق یومیہ ملتا۔ پہلے درجے کے طالب علم کو ایک آنہ دوسرے درجہ والے کو دو آنے اور آخری درجہ میں پڑھنے والے طالب کو آٹھ آنے ملا کرتے تھے۔ وہ طالب علم جو کسی خاص مضمون میں امتیاز حاصل کرنا چاہتا تو اس کو دس آنے یومیہ معاشی امداد کے طور پر ملا کرتے۔

مسٹر این۔ این۔ لا (N.N. LAW) تاریخ فرح بخش کے حوالہ سے اس کی مزید توضیح کرتا ہے کہ۔

"اورنگ زیب۔ میزان۔ پڑھنے والے طلبہ کو ایک آنہ منشعب پڑھنے والے کو دو آنے۔ شرح وقایہ اور فقہ پڑھنے والے کو آٹھ آنے یومیہ دیا کرتا تھا"۵۴

یہ بھی حضرت اورنگ عالمگیری کی مذہب پرستی اور دین شعاری کا نتیجہ تھا کہ اس کے عہد میں عربی فارسی کے علاوہ پنجابی زبان میں بھی بہت سی دینی ومذہبی کتابیں لکھی گئیں تاکہ پنجاب بھی اسلامی علوم ومعارف سے کورا نہ رہجائے اور اسی سبب سے وہاں بہت بڑی مذہبی اور روحانی تبدیلی بھی رونما ہوئی۔

حضرت عالمگیر بڑے ہی ناشر العلوم اور علم دوست شہنشاہ گزرے ہیں بہت سے گزشتہ بادشاہوں کیطرح آزاد خیال اور مذہب بیزار نہ تھے۔ جہاں کہیں بھی غیر شرعی اور دین کے خلاف کوئی بات دیکھتے تو فوراً اس کی مخالفت کرتے۔ ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو فارسی ادب کے خیال سے حکم دیا کہ "اکبرنامہ" مصنفہ ابو الفضل پڑھ لیا کرے۔ لہذا شاہزادے نے باپ کے حکم کی تعمیل میں اس کا مطالعہ شروع کردیا۔ ایک مرتبہ "اکبرنامہ" کی تقلید کرتے ہوئے اس نے بجائے۔ بسم اللہ الخ۔ اللہ اکبر اور جل جلالہ۔ لکھا تو اورنگ زیب نے اس پر خوب سرزنش کی اور لکھا کہ۔

"مقصود از خواندن اکبرنامہ شیخ ابو الفضل تتبع عبارت آں کتاب است نہ اتباع مذہب مصنف کہ از روئے بدعت اسلوب مسنون را تغیر دادہ"۔ یعنی شیخ ابو الفضل کے اکبرنامہ پڑھنے سے مقصود اس کی عبارت پر غور وبحث کرنا ہے اور [اسکے]

۵۴ PROMOTION OF LEARNING BY. N.N. LAW. P 188

ادبی پہلو تلاش کرنا ہے نہ کہ مصنف کے مذہب کی پیروی کرنا۔ جس نے از روئے بدعت طریقۂ مسنون کو بدل ڈالا ہے۔

عالمگیر اور دستکاری: آپ ایک عظیم الشان سلطنت کے مالک ہونے کے باوجود اپنی گذر اوقات کیلئے کلاہ دوزی (ٹوپی سلائی) اور مصحف پاک کی کتابت کیا کرتے دور شاہی کے پہلے عالم شہزادگی میں بھی آپ قرآن پاک کی کتابت کیا کرتے تھے۔ آپ نے متعدد قرآن کے نسخے اپنے ہاتھ سے لکھ کر حرمین شریفین بھی بھیجا۔ آپ نے مدینہ منورہ میں دو ایسے بھی قرآن کے نسخے ارسال کئے تھے جس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ خود سے لکھ کر صرف اس کی جلد اور لوح اور جدول پر سات ہزار روپئے صرف کر ڈالے[۹]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو قرآن سے کس قدر لگاؤ تھا۔ اور اپنے ہاتھ کی کمائی اور محنت وجفاکشی کو کس درجہ محبوب رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بوقت انتقال وصیت میں بھی اس بات کا حکم دیا کہ — میرے کفن میں کلاہ دوزی کے پیسے اور ایصال ثواب میں کتابت قرآن کے پیسے صرف کئے جائیں۔ چنانچہ احکام عالمگیری میں یہ احکام مرقوم ہیں۔

"چہار روپیہ و دو آنہ (۴؍۲) از وجہ کلاہ دوزی نزد دایہ بیگم محل داراست صرف کفن این بیچارہ نمائیدہ و سہ صد و پنج (۳۰۵) روپیہ از وجہ کتابت قرآن در صرف خاص است روز وفات بہ فقرا بدہند"[۱۰]

حفظ قرآن: عالمگیر نے اپنی عمر کے تینتالیسویں سال میں حفظ قرآن کا سلسلہ شروع کیا اور صرف ایک سال میں پورے قرآن کا حفظ تمام کر لیا۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی سے

ابتدا کی اور "لوح محفوظ سے اختتام" کی تاریخ نکلتی ہے (عالمگیر نامہ)

تاریخ: عالمگیر کی تاریخ وصال ۳؍ مارچ ۱۷۰۷ء ۱۱۱۸ھ بتائی جاتی ہے بعض نے ۱۷۰۷ء ۱۱۱۷ھ بھی تحریر کیا ہے۔

دکن میں عالمگیر کا انتقال ہوا اور دولت آباد کے قریب خلد آباد میں شیخ زین الدین اور دیگر اکابر ملت کے مقبرے کے قریب مدفون ہوئے وصیت کے مطابق آپ کی قبر سادی ہے۔

اصل ماخذ: ـ نقوش کا لاہور نمبر، حدائق الحنفیہ، مختصر تاریخ ہند۔ مکمل تاریخ اسلام، دائرۃ معارف القرن العشرین۔ تذکرہ علمائے ہند۔

[۹] ماثر عالمگیری ص ۵۲۶ [۱۰] احکام عالمگیری ص ۱۲-۱۴

ایمان و اسلام کیا ہے؟

اعمال و افعال کی ساری عملی جہتیں اطاعت محمدی میں لگا دینا اور ہر اعتبار سے حضور سرور کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کے لیے سر تسلیم خم کر دینا اقرار و تسلیم کی منزل اولیں سے گزرنے کے بعد کاملیت ایمان کے لیے لازمی ہے کہ جسم و روح کو حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین کے سانچے میں ڈھال دے۔ اور انکی عزت و تکریم کو دین و ایمان کا لازوال سرمایہ سمجھے۔ بالفاظ حکیم مشرق۔

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

بدیہی بات ہے کہ جسے کسی شخص سے محبت ہوگی وہ اس کی ایک ایک حرکت اور ہر ہر ادا کو محبت کی نگاہوں سے دیکھے گا۔ جسے حضور محبوب العالمین جناب محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے سچی الفت ہوگی ضروری ہے کہ اسے آپ کے تمام متعلقات و منسوبات سے عقیدتمندانہ رابطہ ہوگا۔ (فخر الاماثل علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

(۱) حدیث نبوی ہے لا یؤمن احدکم حتی اکون الخ یعنی تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسکے ماں باپ اور اولاد اور سب سے زیادہ محبوب تر ہو جاؤں۔ (بخاری و مسلم)

محبت رسول کا فطری اصول

ومن اعظامہ اکبارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ وما لمسہ (۱) او عرف بہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک جز یہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور سے کوئی تعلق ہو حضور نے اسے چھوا ہو یا حضور سے پہچانی جاتی ہو ان سب کی تعظیم کی جائے۔

محبت رسول مسلمانوں کے لیے ایمان کا ایسا بنیادی سرمایہ ہے جس پر دین و دیانت کی ساری عمارتیں قائم ہیں۔ اس لئے جس طرح بھی ممکن ہو اس رشتۂ لطیف کو محکم رکھنے کے لئے ان وسائل و ذرائع کو فراموش نہ کیا جائے جو ازدیاد محبت کا سبب واقع ہوئے ہیں۔

زمانۂ رحمت تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ متنزل ہوتا جاتا ہے۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم

بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو مجھ سے ملے پھر ان لوگوں کا جو ان لوگوں سے ملے۔

(۱) نسیم الریاض۔ ج ۳ ص ۴۳۲

اب کائنات کی عمر جتنی دراز ہوتی جائے گی دنیا پہ بد عنوانی۔ (Craption) پھیلتی جائے گی گویا خیر القرون کی برکتیں دور سے دور تر ہوتی چلی جائیں گی۔

جیسا کہ بخاری شریف میں زبیر ابن عدی سے مروی ہے۔

قال اتینا انس ابن مالک	زبیر ابن عدی نے کہا ہم انس
نشکونا الیہ ما یلقون من الحجاج	ابن مالک کی خدمت میں حاضر
فقال اصبروا فانہ لا یأتی	ہوئے اور ان سے ان تکالیف
علیکم زمان الا الذی بعدہ	کی شکایت کی جو حجاج سے پہنچی
شرٌ منہ حتی تلقوا ربکم	تھیں۔ تو حضرت انس رضی اللہ
سمعتہ من نبیکم صلی اللہ	عنہ نے فرمایا صبر کرو۔ کیونکہ تم پہ
تعالیٰ علیہ وسلم[1]	ہر آنے والا زمانہ پچھلے سے بد تر

ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے خدا سے مل جاؤ گے۔ میں نے یہ حدیث تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے۔

اصحاب کرام اور ہم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت

اپنے ایمان میں جس قدر کامل تھی اس کے اسباب عقیدت و محبت کی ایمانی نگاہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور ان کے قرب زمانی و مکانی کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں۔ یونہی درجہ بدرجہ تابعین تبع تابعین تک، ایمان و محبت کی روشنی پہنچی۔ تہی دستیٔ قسمت کہ ہم رخ زیبائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو کجا ان کے دیدار کرنے والوں کی زیارت سے محروم ہیں۔ ورنہ ہر عاشقِ جانباز کی آرزو تو ہمیشہ یہی ہے کہ ؂

دشت طیبہ میں ترے ناقہ کے پیچھے پیچھے
دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتا جاتا۔ امی علیہ الرحمۃ

تو اب ہم دور افتادوں کی تسکین و تسلی کا سامان حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارک ہیں اور وہ جماعت علماء و صلحاء جو نیابت رسول کی دولت سے مالا مال ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی استحکام محبت رسول کے دیگر متعدد وسائل میسر ہیں جن کے ذریعہ دلوں میں عظمت مصطفیٰ کے چراغ روشن ہیں۔ علمائے ربّانی ہوں یا اور دوسری اشیا ربمارکہ جن سے قریب ہونے کا سرکار نے حکم دیا ہے۔ کیا صرف اسی بنیاد پہ محترم اور قابل تعظیم نہیں ہیں کہ انھیں کسی نہ کسی طرح حضور سے قربت و نزدیکی نصیب ہے۔ ؟؟ علمائے اسلام جو کہ انبیاء کے وارث ہیں کیا اس نسبت سے انھیں درجہ عظمت نہیں ملا۔ ؟

اگر ایسا نہیں تو پھر بتایا جائے کہ آخر وہ مابہ الامتیاز شئے کون سی ہے۔ ؟

مندرجہ ذیل مقالہ میں ہم یہ جائزہ لیں گے کہ قرآن و سنت میں اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جس طرح حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اسلام و کفر کے درمیان حد فاصل ہے۔ اور آپ کی محبت کمال ایمانی کا معیار ہے۔ اسی طرح حضور سے تمام متعلق و منسوب اشیاء اور اشخاص بھی قابل تعظیم ہیں۔

منصف اوّل۔ کتاب اللہ

مومن و مسلم اپنے ہر مسئلہ کا حل قرآن عظیم اور سنت رسول سے چاہتا ہے۔[2] ہم سب سے پہلے قرآن مجید سے اپنے سوالات کا تشفی بخش جواب چاہتے ہیں۔

سورۂ بقرہ بنی اسرائیل کے تذکرہ میں ایک ایسی آیت کا

---

[1] بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۴۷ مطبع احمدی

سراغ ملتا ہے جس میں حضرت شمویل علیہ السلام نے انبیائے ماسبق کے تبرکات کو اس قوم کی خوش قسمتی اور انکے آثار کو خدا کی نشانی قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے۔

قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○ (بقرۃ پ۲ ع۱۶ آیت ۔ ۲۴۸)	اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی اطالوت علیہ السلام کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھائے لائیں گے اسے فرشتے

بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

لفظ سکینہ کی تحقیق اور اسکا معنیٰ

سکینہ بمعنیٰ تسکین۔ تسلی خاطر اطمینان

سکون سے بروزن فعیلۃٌ مصدر ہے۔ جو اسم کی جگہ استعمال ہے جیسے عزیمۃٌ [۱]

تفسیر نعیمی میں حکیم الامت مولانا احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔

سکینۃ سکونٌ سے بنا بمعنیٰ "حرکت کے بعد ٹھہرنا" اس کو سکون بھی کہتے ہیں یہ بروزن فعیلۃٌ ہے جیسے قضینۃٌ لقینۃٌ عزیمۃٌ۔ یہاں (آیت مبارکہ میں) سکون قلبی اور چین و اطمینان مراد ہے یعنی اس تابوت میں تمہارے قلبوں کو چین و سکون حاصل ہوگا یا اس میں قرار قلب کا سامان ہوگا۔

تفسیر لباب التاویل میں امام محی السنہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی نے تحریر فرمایا ہے۔

وقال قتادۃ والکلبی ھی فعیلۃٌ من السکون ای طمانینۃٌ من ربکم ففی ای مکان کان التابوت اطمأنوا وسکنوا الیہ [۲]	قتادہ اور کلبی نے کہا یہ سکون سے فعیلۃٌ کے وزن پہ ہے۔ یعنی تمہارے رب کی جانب سے اطمینان، تو یہ تابوت جس جگہ ہوگا لوگ اطمینان و سکون سے رہیں گے۔

علامہ بغوی فرماتے ہیں۔

"سکینہ وہ اطمینان، چین قرار اور سکون ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جبکہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد جو کچھ بھی ان پہ گزرے اس سے گھبراتے نہیں۔ یہ ان کے ایمان میں پختگی یقین میں قوت اور استقلال کو پائیداری بخشتا ہے۔ اسی لئے حق سبحانہ نے "یوم الغار" اور "یوم الحنین" جیسے قلق و اضطراب کے مواقع پر اپنے رسول اور مومنین کے لئے نازل فرمانے کی خبر دی ہے" [۳]

تابوت سکینہ کیا ہے؟

تابوت سکینہ کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

---

[۱] تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص۵۱۳ برحاشیہ ابن جریر۔ مطبوعہ مصر

[۱] تفسیر نعیمی ج ۲ ص ۵۳۹

[۲] تفسیر لباب التاویل، زیر آیت بالا

[۳] تاج العروس تحت آیت مذکورہ

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

قال عطیة ابن سعد عصا موسیٰ وعصا هارون وثیاب موسیٰ وثیاب هارون

عطیہ ابن سعد نے کہا کہ اس میں حضرت موسیٰ و ہارون کے عصا اور ان کے کپڑے رہے تھے

لباب التاویل میں ہے:-

قیل کان فیه عصا موسیٰ ونعلاه وعصا هارون وعمامته

یہ بھی کہا گیا کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور ان کے جوتے اور حضرت ہارون علیہ السلام کی لاٹھی اور انکا عمامہ تھا۔

ابن جریر ابن ابی حاتم عبد اللہ ابن عباس (م ۶۸ھ) سے راوی ہیں۔

وقال بقیة مما ترک آل موسیٰ عصاه ورضاض الالواح

اس میں تبرکات موسیٰ یہ ہے اور (توریت کی) تختیوں کی کرچیں۔

ان کے علاوہ بھی متعدد اقوال ہیں ان میں سے وہ قول جس پر تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی اور مفسر خزائن العرفان وغیرہ نے اعتماد کیا ہے وہ ذکر کیا جاتا ہے۔

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس پر سونے کی چادر چڑھی ہوئی تھی۔ اس کا طول تین ہاتھ اور عرض دو ہاتھ تھا۔ یہ تابوت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں انبیائے کرام اور ان کے مکانات کی تصویریں تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے دولت خانہ کی تصویر ایک سرخ یاقوت میں تھی۔ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور آپ کے گرد صحابۂ کرام ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دور میں اس کے اندر توریت

۱۔ ابن جریر بحوالہ الدر المنثور ص۵

۲۔ وکان من خشب الشمشاد مموها نحوا من ثلاثة اذرع فی ذراعین (بیضاوی ص۱۶۱)

مقدسہ اور اپنا خاص سامان بھی رکھتے تھے چنانچہ اس میں توریت کی تختیوں کے چند ٹکڑے اور آپ کا عصا اور آپ کے کپڑے اور نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کا عصا اور تھوڑا سا "من" جو بنی اسرائیل پر اترتا تھا۔۱

تابوت سکینہ کی تاریخ

حضرت آدم علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے تابوت سکینہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کے بعد نسلاً بعد نسل یہ انبیاء علیہم السلام کے پاس منتقل ہوتا رہا۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو ملا۔ اور انکے بعد دیگر انبیاء بنی اسرائیل کو مرحمت ہوا۔ جب بنی اسرائیل کی بدعملی حد سے بڑھی تو ان پر عمالقہ مسلط ہوئے جو ان سے تابوت بھی چھین لے گئے۔ عمالقہ نے تابوت کی بے حرمتی کی گندی جگہ رکھا اس کی بے حرمتی کے سبب عمالقہ سخت بیماریوں میں مبتلا ہوئے جو کوئی اس کے پاس تھوکتا یا پیشاب کرتا سخت بواسیر میں مبتلا ہو جاتا۔ عمالقہ کی پانچ بستیاں بھی تباہ ہو گئیں۔ تب انھیں یقین ہوا کہ یہ مصیبتیں تابوت کی بے حرمتی کے سبب نازل ہو رہی ہیں۔ لہٰذا انھوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو ہانک دیا۔

ادھر حضرت شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خبر دی کہ تمہارے سامنے طالوت کے پاس تابوت آرہا ہے۔ فرشتے بیلوں کو ہانکتے ہوئے طالوت کے پاس لائے۔ بنی اسرائیل تابوت دیکھ ہی کر خوش ہو گئے۔ اور انھیں اپنی فتحمندی کا یقین ہو گیا۔ سب نے طالوت سے بیعت کر کے انھیں اپنا بادشاہ تسلیم

۱۔ تفسیر کبیر روح المعانی روح البیان خازن بحوالہ تفسیر نعیمی ج ۲ ص ۵۴۱

کرتا[1]۔

تابوت سکینہ کا مصرف

ہر زمانہ میں تمام افراد اُمّت انبیاء کی اس مقدس نشانی کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور اپنی مشکلات کے وقت اس سے استمداد اور اکتساب فیوض کرتے تھے۔ جنگ وغیرہ کے اہم مواقع پر لشکر کے ساتھ رکھتے تھے۔ اور اس تابوت کی برکت سے رب تعالیٰ انھیں فتح و کامرانی عطا فرماتا تھا۔

وکانوا اذا احضروا القتال قدموہ بین ایدیہم یستفتحون بہ علیٰ عدوہم فیُنصرون[2] جب میدان جنگ میں جاتے تو اسے لشکر سے آگے رکھتے تھے اور اس کے ذریعہ دشمنوں پر فتح طلب کرتے تھے تو فتحیاب ہو جاتے تھے۔

آثار موسیٰ و ہارون کی عظمت

اوپر کی تشریحات سے معلوم ہوا کہ تابوت سکینہ میں حضرت موسیٰ و ہارون وغیرہ انبیائے کرام علیہم السلام کے آثار مبارکہ تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کی اس طرح عزت افزائی فرمائی کہ اسے فرشتوں سے اٹھوایا۔ تحملہ الملائکۃ کی تفسیر میں حضرت مولانا احمد یار خاں صاحب نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

ملائکہ سے فرشتوں کی ایک خاص جماعت مراد ہے۔ یا تو کبھی فرشتے اٹھا کر لائے تھے یا ایک فرشتہ اٹھائے ہوئے تھا اور سب اس کے ساتھ جلوس کی شکل میں تھے یا یہ صندوق کسی اور چیز پر آیا تھا اور فرشتے اس کے ساتھ

[1] تفسیر نعیمی ج ۲ صہ ۵۹۱

[2] خازن زیر آیت بالا۔ وکان موسیٰ علیہ السلام اذا قاتل قدمہ فتسکن نفوس بنی اسرائیل ولا یفرون (بیضاوی صہ ۱۶۱)

تھے۔ بہر حال فرشتوں کا ساتھ ہونا اظہار عظمت کیلئے ہے[1]۔

قرآنی راہ

مذکورہ بالا آیت اور اس کی تفسیر کی روشنی میں جو قرآنی راہ نظر آتی وہ یہ ہے:

۱۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے آثار خدا کی آیت (نشانیاں) ہیں۔

۲۔ ان کی تعظیم و تکریم کرنا اور ان کے وسیلہ سے فتح و کامرانی کی دعا کرنا جائز ہے۔

۳۔ ان آثار و تبرکات کی بے حرمتی سخت بے ادبی اور بدنصیبی کی علامت ہے۔

(باقی آئندہ ملاحظہ فرمایئے)

[1] تفسیر نعیمی ج ۲ صہ ۵۹۲

اور حقوق انسانی

مولانا افتخار احمد صاحب قادری

اٹھارھویں صدی عیسوی کے انقلابات کے نتیجے میں انسانی حقوق کے سلسلے کا ایک عالمی اعلان کیا گیا۔ یہ حقوق بنیادی اعلیٰ اصول تھے جن سے قانون سازی میں رہنمائی اور [illegible] جاتی تھی۔ دنیا کے قدیم ترین [illegible] دستور میں بھی یہ حقوق [illegible] کیے گئے۔

اسی طرح سنہ ۱۹۸۹ء میں رونما ہونے والے فرانسیسی انقلاب کے باعث مختلف دستوروں میں بھی یہی حقوق مذکور ہوئے۔ پھر ان انسانی حقوق کو نئے دستوروں میں ضمناً جگہ ملی۔ اور یہی حقوق اجتماعی اور اقتصادی عدالت جیسے اصولوں کو افراد کے لئے سیاسی اور قانونی مبادی کی پوزیشن میں پیش کرنے کے سبب بنے۔ اس عالمی اعلان میں انسانی حقوق کے سلسلے میں اہم ترین تعلیمات یہ تھیں۔

۱۔ سوسائٹی کے ہر فرد کی آزادی کا احترام کرنا اس طرح کہ یہ آزادی اس کا پیدائشی حق ہے۔

۲۔ ملکیت اور کام میں اس کے حق کا پورا پورا لحاظ کرنا۔

۳۔ ہم وطنوں کو کام کے مواقع اور امکانات کا یکساں طور پر فراہم کرنا۔

۴۔ فکر و عقیدہ اور تجارت میں پوری پوری آزادی حاصل ہونا۔

۵۔ جج کے سامنے ہم وطنوں کے درمیان مساویانہ فیصلہ کا ہونا۔

۶۔ اور حکومت کا اس بنیاد پر عمل ہو تا کہ عوام ہی طاقت کا سرچشمہ ہیں اور سوسائٹی کے افراد کے درمیان کسی طرح کی کوئی تفریق روا نہ ہو۔

۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء میں جو انسانی حقوق کا عالمی اعلان ہوا اس میں ان مبادی کی بھرپور تائید کی گئی اور اقوام متحدہ نے اس سے اتفاق رائے کیا۔

اور دوسری جنگ عظیم کے بعد آزادیاں دستوروں کی دفعہ کے مطابق منظم شکل اختیار کر گئیں۔ جن کو اقتصادی عدالت سے تقویت ملتی تھی اور حکومت افزائش مال و زر، خاص خاص امور کی تقسیم اور لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کی فراہمی میں دخل انداز ہوتی تھی۔ اور جن حکومتوں نے ان حقوق اور آزادیوں کے اعلان سے اتفاق رائے کیا تھا انھوں نے سختی سے انسانی حقوق

تضمین بر سلام مولانا وجود القادری

از برقؔ صدیقی

جو تاب ہجر نہ لائیں سلام کہتی ہیں ۔ الم نصیب وفائیں سلام کہتی ہیں
جواب کاش یہ پائیں سلام کہتی ہیں ۔ حضور میری نوائیں سلام کہتی ہیں
دل حزیں کی صدائیں سلام کہتی ہیں

زمیں پہ جھوم کے یہ کہتے ہیں گیسوئے سنبل ۔ کجا گیاہ گلستاں کجا تری کاکل
وفور شوق میں نغمہ طراز ہے بلبل ۔ سر نیاز جھکائے کھڑے ہیں غنچہ و گل
چمن کی ٹھنڈی ہوائیں سلام کہتی ہیں

کھلی ہوئی ہے حقیقت اٹھا ہے پردہ راز ۔ سریر عرش ہے اور جانشین محفل ناز
سماں یہ دیکھ کے با صد ہزار سوز و گداز ۔ چمک کے برق بجا لاتی ہے سلام نیاز
گرج کے کالی گھٹائیں سلام کہتی ہیں

تمہارے پائے مبارک جہاں پڑے اک بار ۔ وہاں کی خاک کے ذرے ہوئے مطلع انوار
ہوئے فضائے مدینہ نے پائے شہ ابرار ۔ تجلیات کے موتی تمہارے رخ پہ نثار
حریم رب کی ضیائیں سلام کہتی ہیں

زہے مراتب اعلیٰ زہے بلند مقام ۔ تم اولیاء کے وسیلہ ہو انبیاء کے امام
بصد ادائے محبت بصورت انعام ۔ مدام بھیجتا ہے تم پہ حق صلوٰۃ و سلام
اور اسکی ساری عطائیں سلام کہتی ہیں

ہر ایک اہل طلب وقت صدمۂ جانکاہ ۔ تمہارے دامن رحمت میں ڈھونڈتا ہے پناہ
کسی میں سوز ہے شامل کہیں ہیں نالۂ و آہ ۔ جو دور دور سے آتی ہیں یا رسول اللہ
وہ بیقرار ندائیں سلام کہتی ہیں

نکل کے دل سے جو اپنا اثر دکھا نہ سکیں ۔ کسی سبب سے سوئے عرش جو کہ جا نہ سکیں
در قبول کی کنڈی جو کھٹکھٹا نہ سکیں ۔ سراغ باب اجابت جو ہائے پا نہ سکیں
وہ نامراد دعائیں سلام کہتی ہیں

ہے برقؔ لائق تحسیں یہ التماس اقیں ۔ بصد نیاز و عقیدت جھکا کے لوح جبیں
یہ جان کر کے شفاعت کی ہے امید ہمیں ۔ لپٹ کے دامن رحمت سے اے وجودؔ حزیں
امیدوار خطائیں سلام کہتی ہیں

بہزاد القادری

اسلام ایک انقلابی پیغام تھا۔ ایک خدائی آواز تھی۔ ہدایت کا ایک قدرتی مینار تھا جسے دبالینا آسان نہ تھا ایک فطری قانون جو دلیل کی قوت پر دنیا کو مسخر کرنے آیا تھا تاکہ جاہلی انتشار و افتراق کی بجائے اخوت و مساوات کا ایک محکم نظام قائم کرے۔ غیر اصولی تفاج کو ضابطۂ حیات بخشے۔ غیر منظم افراد کو اجتماعیت کی راہ پر لگائے۔ لاقانونیت کو ختم کرکے زندگی کا ایک مکمل دستور رائج کرے۔ ظلم و عدوان کو فنا کرکے عدل و انصاف کا تسلط جمائے۔ ذہن و فکر سے جہالت کی آلائشیں صاف کرکے علم و ادراک کی قوت کو تحریک عطا کرے۔ اخلاق اور فلسفۂ اخلاق کے اوراق گم شدہ کو پھر سے لوح عمل پر ابھار دے معاش و معاشرت کے پہیے میں پستے ہوئے مظلوم طبقوں کو سماج کا معزز فرد قرار دے۔ بالفاظ دیگر انسان کے خود ساختہ اصول حیات کی کتاب بند کرکے خدائے واحد کا نازل کردہ قانون جاری کرے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران ۱۰۴)	اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے جو دعوت دے بھلائی کی طرف اور نیکی کا حکم دے اور بدی سے روکے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

عرب کا جاہلی نظام جس میں فاسد معاشرہ کی تمام برائیاں موجود تھیں وہ یہ کیسے برداشت کرسکتا تھا کہ اس کے بجائے کوئی نیا قانون زندگی (CONSTITUTION And Life) لاگو ہو۔ اسلام کا ہر نظریہ ان کے رسم و رواج کے خلاف تھا۔ اس لئے مکہ کی پوری فضا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشتعل ہوگئی۔ کفر و بددینی کی تاریکی میں تقریباً قرن سے زندگی کے دن کاٹنے والوں پر جب یک بیک ہدایت کا سورج طلوع ہوا تو انھوں نے اسے اپنی دنیا کے لئے چیلنج سمجھا اور اس کی افادیت ——— کو نظر انداز کرکے معاندانہ روش اختیار کرلی۔ انھوں نے چاہا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کو نیست و نابود کردیں اور اس کے لئے ہر ممکن تدبیر سے باز نہ آئے۔ چالیس سال کی عمر کو پہونچ کر اعلان نبوت کرنے سے پیشتر تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا مکہ بالاتفاق امین و صادق کہتا تھا جس کا ثبوت تعمیر کعبہ کے موقع پر حجر اسود کی نصبی کے سلسلہ میں واقع شدہ اختلاف اور حضور کے منصفانہ حل سے ظاہر ہے[1]۔

حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کرنے کے مسئلہ پر تمام قبائل عرب آپس میں تن گئے۔ ہر قبیلہ اسی خواہش میں تھا کہ یہ شرف ہماں ملے۔ تلواریں کھنچنے کی نوبت آگئی۔ اس وقت کچھ سنجیدہ لوگوں نے باہم مشورہ کرکے طے کیا کہ کل جو شخص سب سے پہلے مسجد کے دروازہ سے داخل ہو۔ اس کے حکم پر تمام

[1] سیرت ابن ہشام ج ا صفحہ ۱۰۵

لوگ آستانہ فنا کہیں سب نے اس تجویز کو منظور کیا۔ صبح کو جب لوگ پہونچے تو انھیں سب سے پہلے آنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ملے۔ اس وقت سب نے یہی کہا۔ کہ آپ تو صادق و امین ہیں۔ اور پھر آپ کی تجویز کے مطابق چادر میں حجر اسود رکھ کر سرداران قبائل نے ہر طرف سے چادر کو اٹھایا۔ خانۂ کعبہ کے پاس پہونچے تو سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر اس کی جگہ لگا دیا اس واقعہ کے وقت آپ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی۔ پتہ چلتا ہے کہ اعلان نبوت سے قبل پورا مکہ آپ کے حسن اخلاق پختگی کردار راستبازی و امانت داری کا قائل تھا۔ مگر جونہی اعلان نبوت کیا اور پیغام اسلام سنایا۔ دوستی دشمنی میں اور محبت عداوت میں تبدیل ہو گئی۔ ابتداءً اس مخالفت کا زور کم تھا۔ مگر جوں جوں دعوت اسلام میں وضاحت آتی گئی۔ عداوت و مخالفت کے رجحان میں شدت پیدا ہوتی گئی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات روز بروز شدید ترآزمائش میں مبتلا ہوتی گئی۔ مگر بار نبوت کا مقدس امانتدار کسی معمولی انسانی صبر و تحمل کا مالک تو نہ تھا۔ جسے صحیفۂ قرآنی کا گراں وزن اپنے سینے پہ اٹھانا تھا۔ مکہ کے مشرکین نے اسے اور اس کی آواز پہ صدائے لبیک بلند کرنے والے مٹھی بھر انسانوں پر جینے کی راہیں تنگ کر دیں سماجی اور معاشرتی (Social Boocot) بائیکاٹ تک نوبت آئی سرداران مکہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو حیات انسانی کے وہ تمام مصائب جھیلنے پہ مجبور کیا جو کسی انسان کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پیش آسکتے ہوں۔ متواتر ظلم رانیوں سے تنگ آکر آپ نے اصحاب کرام کی ایک جماعت کو حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ اس قافلۂ مہاجرین میں ۸۵ مرد اور ۱۷ عورتیں تھیں۔ اس سے قبل بھی ۱۱ مردوں اور ۴ عورتوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت نے حبشہ ہجرت کی تھی۔ جس میں حضرت عثمان غنی اور حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ بھی تھیں۔ مگر تھوڑے ہی دنوں بعد ان لوگوں نے یہ افواہ سنی کہ قریش سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ تو وہ لوگ لوٹ آئے تھے۔

مشرکین کو یہ ہرگز گوارہ نہ تھا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے مکہ سے نکل کر کسی اور جگہ بھی اطمینان کا سانس لے سکیں مسلمانوں کا یہ قافلہ جب حبشہ پہونچ گیا تو حزب مخالف کی جانب سے عمرو ابن عاص اور عبد اللہ ابن ربیعہ سفیر بنکر نجاشی شاہ حبشہ کی خدمت میں پہونچے۔ تحائف و نذرانے پیش کرنے کے بعد کہا کہ ہمارے کچھ آدمی مکہ سے آپ کے شہر میں بھاگ آئے ہیں۔ ان لوگوں نے ایک نیا دین اپنا لیا ہے جو بت پرستی اور نصرانیت کے علاوہ ہے۔ اگر ان لوگوں کو آپ کی پشت پناہی حاصل ہو گئی تو ممکن ہے کہ آپ کا شہر بھی ان لوگوں کی فتنہ انگیزی کا اکھاڑہ بن جائے۔ نجاشی کے درباریوں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی مگر بادشاہ پہ ان کا کچھ اثر نہ ہوا۔ دوسرے دن دونوں فریق دربار میں طلب کئے گئے۔ اس وقت مسلم وفد کے قائد حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بڑے بلیغ انداز میں یہ تقریر فرمائی۔

اے بادشاہ! ہماری قوم ایک جاہل قوم تھی بتوں کو پوجتی تھی مردار گوشت کھاتی تھی۔ بدکاریاں اور بدعنوانیاں کرتی تھی۔ ہم میں کے قوی لوگ کمزوروں پر بے حد ظلم و ستم کرتے تھے۔ یہی حالت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول بھیجا۔ جس کی خاندانی شرافت نسبی بزرگی فطری صدق و امانت اور اخلاقی خوبیوں سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ اس پیغمبر نے ہمیں یہ دعوت دی کہ خدا کو ایک جانیں اسی کی عبادت کریں جس میں کسی اور کو شریک نہ کریں۔ بتوں کی پوجا چھوڑ دیں

سچ بولیں امانت داری اختیار کریں۔ متعلقین سے محبت کا سلوک رکھیں پڑوسیوں سے رواداری برتیں۔ قتل و خونریزی سے باز آئیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ پاکباز عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں، صدقہ کریں۔ روزہ رکھیں۔ تو ہم لوگ اس رسول پر ایمان لائے۔ اللہ کی عبادت کرنے لگے شرک بت پرستی ختم کر دی حلال و حرام میں امتیاز کرنے لگے۔ اسی جرم سے ہماری قوم دشمن ہو گئی اور جور و ستم کے ذریعہ پھر بت پرستی کی طرف لوٹنے کی کوشش کرنے لگی۔ تاکہ ہم خدائے واحد کی عبادت ترک کر دیں۔ حرام کو حلال سمجھنے لگیں جب ان لوگوں کا ظلم و ستم ناقابل برداشت ہو گیا۔ تو ہم تھوڑے لوگوں نے آپ کے ملک میں آکے پناہ لے لی امید ہے کہ آپ کے یہاں ہم پہ کوئی ظلم نہ ہوگا۔

یہ تقریر سنکر نجاشی نے کہا۔ تمہارے پیغمبر پہ جو کلام اترا ہے اس میں سے کچھ سناؤ۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی چند آیتیں پڑھیں۔ جنھیں سنکر وہ بہت رو دیا۔ آنسوؤں سے اس کی ڈاڑھی بھیگ گئی، اور متاثر ہو کر کہا، یہ کلام اور انجیل مقدس دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔

پھر سفارت مکہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ تم لوگ واپس جاؤ۔ واللہ میں ان کو تمہارے سپرد نہ کروں گا عمرو ابن عاص اور عبد اللہ ابن ربیعہ دربار سے نکل آئے دوسرے روز پھر پہونچے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں کے عقیدہ کا ذکر کیا اور ورغلایا کہ یہ لوگ ان کے متعلق بہت برا عقیدہ رکھتے ہیں۔ نجاشی نے پھر مسلمانوں کو طلب کیا۔ اور سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پیغمبر اسلام کیا کہتے ہیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہمارے رسول نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو اعتقاد بخشا وہ یہ ہے کہ وہ خدا کے بندے پیغمبر روح اللہ اور حکمت اللہ ہیں۔

اس جواب سے نجاشی مطمئن ہو گیا۔ زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا "واللہ تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کہا اس تنکے کے برابر زیادہ نہیں"

نجاشی کی زبان سے یہ الفاظ سنکر سفراء مکہ اور درباری والے دنگ رہ گئے۔ مارے غصہ کے انکے نتھنوں سے خرخرا آواز نکلنے لگی۔ مگر بادشاہ پہ اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف کار پردازوں کو زبردست دھچکا پہونچا۔ اور اپنی سفارت کے خائب و خاسر ہونے پہ انھیں بڑا قلق ہوا۔

حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اس تقریر اور بلاغت کے متعلق مستشرق مورخ لارڈ کرومر [illegible] کہتا ہے کہ مشرق و مغرب کے علماء جمع ہو کر اسلام کی حقیقت بیان کرنا چاہیں تو اس سے اچھا نہیں کہہ سکتے جو مہاجرین [illegible] کہا گیا۔

(بقیہ تقویٰ کا اثر معاشرہ پر)

مناظر۔ غرض پست انسانی جذبات کو اکسانے کا آتنا [illegible] کیا جاتا ہے کہ جن افراد کو قدرت نے لطافت و نفاست [illegible] احساس سے بہرہ ور کیا ہو وہ بڑی آسانی سے اس [illegible] دام میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اور نہ صرف اپنی زندگی [illegible] کرتے ہیں بلکہ اپنے ماحول کے لئے مجسم ہلاکت، ذہنی کا سبب بن جاتے ہیں۔

ارشاد القرآن

تصنیف حضور حافظ ملت قبلہ

تلخیص: محمد زیارت حسین مصباحی

قدرتیں پھر ساتھ ہوں پھر فطرتیں آزاد ہوں
بات بس اتنی سی ہے مسلم تو بن جائے کوئی

مسلمانوں پر جو مصیبتیں آئیں، تکلیفیں پہونچیں، اور رنج اندوہ آلام کے پہاڑ ٹوٹے، سب جانتے ہیں جانی مالی، اعزازی نقصانات سب پر روشن ہیں، ہر شخص بجائے خود خطرہ محسوس کرتا ہے، تردد و تفکر، اضطراب و بے چینی کے عالم میں حیران و پریشان ہے گرفتار بلا ہے، اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، مگر نجات نہیں ملتی، اسی زمین پر مسلمان نہایت سکون و اطمینان سے باعزت زندگی بسر کرتے تھے، اسی آسمان کے نیچے حمایت الٰہی کے سایہ میں امن و آشتی صحت و سلامتی کے گہوارہ میں مطمئن تھے، تائید الٰہی شامل حال تھی، نصرت آسمانی پشت پناہی کرتی تھی، مگر آج مسلمان بے کس ہے، بے بس ہے، غم و اندوہ کا مجسمہ ہے، خوف و ہراس کا شکار ہے، زندگی وبال جان ہے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی، اس بلائے عظیم سے کسی طرح نجات نہیں ملتی، کیا زمین بدل گئی، آسمان تبدیل ہو گیا۔ آخر مسلمانوں پر اس بلائے عظیم کے مسلط ہونے کا سبب کیا ہے؟

ایک سوال اور اسکا جواب: یہ ایک سوال ہے جس کا جواب یہی ہے کہ زمین بدلی نہ آسمان کوئی چیز نہیں بدلی مسلمان خود ہی بدل گئے اسی لئے خداوند تعالیٰ نے انکی عزت کو ذلت سے اور فتح کو شکست سے بدل دیا حمایت الٰہی اور نصرت الٰہی ان سے روک لی، قانون فطرت ہے إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

واقعی مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس نے رحمت عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن کرم چھوڑ دیا احکام الٰہی کی پابندی سے منھ موڑ لیا ؎

طریق مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

مسلمانو! تمھاری ہوا کا رخ وہی گنبد خضرا ہے تمھارا مقصود وہی تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تمھاری مشکلات کا حل انھیں کی نظر کرم اور اشارۂ ابرو پر موقوف ہے تمھارے مقاصد کا حصول انھیں کی تعلیم پر عمل ہے جس کو مسلمان اپنی بدنصیبی سے فراموش کر چکے ہیں۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی آخری وصیت: رحمت عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو آخری وصیت فرمائی تھی۔

ترکت فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا میں نے

تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہوگے ہرگز ہرگز نہ بھٹکوگے وہ وزنی چیزیں قرآن مجید اور میرے اہلبیت ہیں۔

قرآن مجید ایک متن ہے اور اہلبیت اطہار اسکی عملی تفسیر، قرآن مجید ایک مکمل قانون ہے اور اہلبیت کرام کما حقہ اس کے عامل اور حافظ ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وہ نسخہ کیمیا عطا فرمایا تھا جو مسلمانوں کی فلاح دارین و عزت کونین کیلئے اکسیر اعظم تھا۔ واقعی جب تک مسلمان اس پر کاربند رہے

سربلند رہے، اور جب انھوں نے قرآنی تعلیم کو فراموش کیا ذلیل ہوئے۔ بات وہی ہے کہ جب تک مسلمان حقیقی معنی میں مسلمان رہے سربلند رہے اور جب مسلمانوں نے اپنے مرکز کو چھوڑا ذلیل ہوئے ؎

پہونچیں گے لوگ اوجِ ترقی پہ کس طرح
فطرت میں راست بازی و ایمان ہی نہیں

مسلمانوں کی غلط فہمی: مسلمانوں کو اپنے متعلق بڑی غلط فہمی ہے کہ وہ اپنے کو نہایت سچا، پکا، پورا کامل، قرنِ اول کا جیسا مسلمان سمجھتے ہیں حالانکہ ؎

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے

وہ کیا مسلمان ہے کہ جس کی صورت نہ اسلامی صورت ہے نہ سیرت و عادت اسلامی عادت ہے نہ خصلت اسلامی خصلت نہ عقائد ہیں نہ اعمال اسلامی اعمال نہ سینہ میں اسلامی جذبات ہیں نہ دماغ میں اسلامی خیالات نہ جگر میں اسلامی درد ہے نہ زبان میں اسلامی صداقت نہ نیت میں اخلاص و دیانت۔

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمھیں پاس نہیں

خوفِ الٰہی کی تعلیم (۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور اخیر تک اسلام پر قائم رہو

(۲) فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ۝ اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے

(۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

خوفِ الٰہی کے فائدے (۱) فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اے عقلمند و اللہ سے ڈرو تاکہ فلاح پاؤ

(۲) وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ۝ اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو

(۳) وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا جو اللہ سے ڈرے اللہ اسکی برائیاں دور کر دے گا اور اسکو بڑا ثواب دے گا

مسلمانو! کیا تمہیں اپنے رب کے فرمان پر یقین نہیں؟ کیا اپنے رب کے ان وعدوں پر تمھارا ایمان نہیں؟ اگر ہے تو اپنے رب سے ڈرو اور اسکے وعدوں کے مستحق بنو۔ تمھیں دریائے غم سے پار لگانے اور طوفانِ الم سے نجات دینے کا وعدہ ہے اور تمھارے رب کا وعدہ ہے جس پر تمھارا ایمان ہے، تو پھر اپنے رب سے کیوں نہیں ڈرتے ڈرو اور اسکی نافرمانیاں چھوڑ دو تمام گناہوں سے توبہ کر لو اور اس کے احکام پر عمل کرو اور پورا پورا عمل کرو یعنی پیشانیاں اسکی بارگاہ میں جھکاؤ نمازوں کی پابندی کرو حقوق اللہ و حقوق العباد کو پورا پورا ادا کرو محبوبِ کبریا سردارِ انبیا خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی فرمانبرداری و اطاعت شعاری سے راضی کر لو ؎

ہمیں لازم ہے شاہنشاہ بطحا کی رضاجوئی
وہ اپنے ہو گئے تو رحمتِ پروردگار اپنی

اگر تم نے ایسا کیا تو یقین جانو کہ اللہ عزوجل کا وعدہ حق ہے، تمھیں بلند و برتر و اعلیٰ رہو گے قرآن مجید کا فرمان ہے۔
وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ تمھیں بلند و بالا ہو بشرطیکہ مومن ہو ؎

قدرتیں پھر ساتھ ہوں پھر فطرتیں آزاد ہوں
بات بس اتنی سی ہے مسلم تو بن جائے کوئی

توکل کی تعلیم (۱) فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ وَمَا رَبُّكَ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ؕ پس اسی کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو، تمہارا رب تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں

(۲) اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ؕ اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسہ کرو اگر مسلمان ہو

اللہ عزوجل پر توکل اس کی ذات پر بھروسہ اسی پر اعتماد مراتب انسانی میں ایک بہت ہی بلند مرتبہ ہے، قرآن مجید میں بڑی کثرت سے اس کی تعلیم دی گئی ہے، توکل کے بارے میں بکثرت آیات وارد ہوئی ہیں بطور اختصار آیتیں ذکر کی ہیں، مذکورہ بالا آیتوں میں توکل کا امر فرمایا ہے اور بعد کی آیتوں میں توکل کے فائدے بیان فرمائے ہیں ان پہلی آیتوں میں حکم دیا ہے کہ مسلمان اپنے رب ہی پر توکل کریں ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں کو اللہ عزوجل ہی پر توکل کرنا چاہئے۔ اگر تم نے اپنے ہر کام میں اپنے رب ہی پر بھروسہ کیا تو واقعی تم اپنے رب کے فرمانبردار بندے ہو اور اسکے انعام واکرام کے مستحق ہو اگر تم نے اپنے کسی کام میں بھی غیر پر بھروسہ کیا مجرم ہو اپنے رب پر ایمان لانے کے بعد غیر پر بھروسہ کرنا بڑا جرم ہے

توکل کے فائدے

(۱) اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ؕ بیشک شیطان کا قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں

(۲) وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ؕ اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اللہ کافی ہے کام بنانے کو

توکل کرنے والے کی اللہ عزوجل نے پوری ذمہ داری لے لی ہے مقصد میں کامیاب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ کا وعدہ حق ہے، لہذا مسلمانو! اگر تم اپنی پوری پوری کامیابی چاہتے ہو اور دو جہان کی سربلندی و سرفرازی مقصود ہے تو اپنے رب پر توکل کرو اور اسی پر اعتماد رکھو کامیاب ہوگے اور ضرور کامیاب ہوگے

صبر کی تعلیم

(۱) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۰ پس صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے

(۲) وَاصْبِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۰ اور صبر کرو بیشک اللہ اپنے مخلص بندوں کا اجر ضائع نہیں کرتا

صبر بھی مراتب انسانی میں سے ایک بلند مرتبہ ہے، بلکہ خصوصیات انسانی میں سے بڑی خصوصیت ہے، صبر کے معنی نفس کو ایسی چیز پر روکنا جس کو ناپسند کرتا ہے، صبر کی تین قسمیں ہیں "اول" صبر عن المعاصی گناہوں سے بچنا "دوم" صبر علی الطاعۃ عبادات الٰہی پر قائم ہونا "سوم" صبر علی البلاء مصیبت برداشت کرنا ان آیتوں میں صبر کی ان تینوں قسموں کا حکم ہے۔ صابر وہی ہے جو صبر کی تینوں قسموں پر پورا پورا عامل ہے، مذکورہ بالا آیتوں میں خداوند قدوس نے صبر کا حکم دیا ہے اور بعد میں والی آیتوں میں صبر کے فائدے بیان فرمائے ہیں پہلی آیتوں میں ارشاد فرماتا ہے کہ صبر کرو اچھا صبر کرو ایسا صبر کرو جیسا اللہ کے مقدس اور بڑے مرتبہ کے رسولوں نے صبر کیا جن کو اولو العزم کہتے ہیں صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے. صبر کرو بیشک اللہ اپنے مخلص بندوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

صبر کے فائدے

(۱) اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۰ صابرین پورا پورا اور بے حساب اجر پائیں گے

(۲) وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ؕ اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

مسلمانو! اپنے رب کے ارشادات کو بگوش دل سنو اور ان پر عمل کر کے دونوں جہان میں کامیابی و سربلندی حاصل کرو صبر پر بے حساب اجر کا وعدہ ہے صبر پر نصرت الٰہی اور امداد غیبی کا وعدہ ہے صبر پر فتح دینے کا وعدہ ہے اگرچہ تمہاری تعداد کم ہو صبر پر حکمرانی و سرداری کی بشارت ہے

اسلامی جوہر: خوف الٰہی، توکل، صبر، یہ تمہارے اسلامی جوہر تھے انہیں خصوصیات اسلام کی بدولت تم ہر میدان میں کامیاب تھے تم اپنے رب کے حکم پر صبر کرتے تھے اسی لئے تمہاری تعداد کم سے کم اور تھوڑی سے تھوڑی بھی کامیاب ہوتی تھی بدر و احد کے واقعات تمہیں ضرور یاد ہوں گے خیبر و حنین کو بھی، تم نہ بھولے ہوگے معرکہ موتہ و یرموک

جیسے ہزاروں شاندار کارناموں سے تمھاری روشن تاریخ جگمگا رہی ہے
تمھاری ذلت، تمھاری عسرت، تمھاری ناداری اور تہیدستی نے کبھی کبھی تمھیں
ناکام نہ کیا بھوک کی سختی اور پیاس کی شدت نے کبھی کبھی تمھارے قدم کو
لغزش نہ دی۔

میدان کربلا: میدان کربلا تمھارے سامنے ہے حضرت امام عالی مقام اور
انکے رفقائے نامدار رضی اللہ عنہم اجمعین تین دن کے بھوکے اور پیاسے ہیں
بلاؤں اور مصیبتوں کے طوفان آرہے ہیں۔ ظلم و ستم کی بے پناہ آندھیاں چل
رہی ہیں۔ شدائد و آلام کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں لیکن ساری ہولناکیاں حضرت
امام اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی ایک کے قدم کو بھی لغزش نہ دے سکیں،
خوف الٰہی و صبر و توکل نے انکے بازؤں میں وہ طاقت دی اور قوت بخشی کہ
جس نے دنیا کو محو حیرت کردیا اسی ثبات قدمی نے انکو حیات ابدی بخشی اور
دوامی زندگی عطا فرمائی، بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ان کی شان ہے
ارشاد الٰہی ہے کہ وہ زندہ ہیں لیکن تمھیں شعور نہیں ؎

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

خوف الٰہی کی دولت سے جن کے قلوب مالا مال ہیں جن کو اپنے
رب پر پورا بھروسہ ہے۔ صبر ہی جن کا شیوہ ہے ان کے مراتب مافوق الادراک
ہیں: حیرت ہے کہ ان کی موت بھی زندگی ہے اور ایسی زندگی ہے کہ ادراک
بشری سے بالاتر ہے جس پر "ولٰکن لا تشعرون" گواہ ہے، حقیقت یہ ہے
کہ وہ مسلمان تھے اور واقعی حقیقی مسلمان تھے۔ پورے طور پر عامل قرآن تھے
اور اسی کو اپنی حقیقی کامیابی اور مقصود اصلی تصور کیا تھا ان کی ساری
زندگی خدائے قدوس کیلئے تھی زندگی کے تمام لیل و نہار خدا پرستی کی نذر تھے

اسلاف کرام کا ذوق عبادت: ذوق عبادت
اس درجہ تھا کہ ؎

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

انکے سینوں میں جذبۂ عبودیت موجزن تھا زبانوں پر حق و صداقت
کا آفتاب روشن تھا کوئی فعل کوئی کام یاد الٰہی سے خالی نہیں تھا انکی شان میں
قرآنی ارشاد ہے
رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ - وہ د...
مرد ہیں کہ تجارت خرید و فروخت بھی انکو یاد الٰہی سے غافل نہیں کرتی وہ مسلما...
مسلمان تھے ان کا ہر فرد حق و صداقت کا آفتاب تھا۔ دینداری و دین پرور...
میں بے مثل و بے نظیر تھا ؎

ہر مسلماں رگ باطل کے لئے نشتر تھا — اس کے آئینۂ ہستی میں عمل جوہر...
جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا — تم کو ہے موت کا ڈر ان کو خدا کا ڈر تھا

مسلمانو! وہ تمھارے ہی تو اسلاف تھے ان کا ہر کام خدا اور رسول کیلئے
تھا، وہ دیانت و صداقت کے پیکر تھے ایثار و اخلاص کا مجسمہ تھے، سخا...
شجاعت ان کی فطرت تھی، آج تم ہو کہ تن پروری آرام طلبی ہی تمھارا شیوہ...

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

مقام مسلم: مسلمانو! تمھارا مقام یہ ہے کہ تم عامل قرآن بنو، اللہ
رسول کے سچے فرمانبردار بنو، اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلو اپنے سینوں
میں ایمانی انوار اور اسلامی جذبات اور اللہ و رسول کی سچی محبت پیدا کر...
خوف الٰہی اور صبر و توکل کی لازوال دولت سے اپنے سینوں کو مالا مال کر...
یہی تمھارا مقام ہے اسی پر قائم رہنے میں تمھیں چین و اطمینان ہے
عزت و شوکت ہے سربلندی و سرفرازی ہے تمھاری ظاہری حالت خواہ
کچھ بھی ہو کیسے ہی مفلس و نادار ہو یا کمزور و ناتواں کتنے ہی بے بس
مجبور ہو یا بے یار و مددگار ہو لیکن اگر تم اپنے اس مقام پر رہو گے اور مضبوطی...

کے ساتھ قائم رہو گے تو تم کامیاب ہو گے اور ضرور ضرور کامیاب ہو گے، تمہارے رب کا وعدہ حق ہے اس میں کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش ہی نہیں

مقصد مسلم مسلمانو! تمہارے دنیا میں آنے کی غرض اور تمہارا مقصود اصلی اللہ عزوجل کی عبادت ہے تمہارا رب فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۝ یعنی میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔

کسی ملک اور کسی خطۂ زمین کی تخصیص نہیں جہاں بھی اس کے ساتھ اپنے رب کی یاد کر سکو وہاں جا کر اپنے رب کی عبادت کرو اگرچہ جنگل اور پہاڑ ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ ؎

مست جو جام اٹھالے وہی پیمانہ ہے
جس جگہ بیٹھ کے پی لے وہی میخانہ ہے

مسلمانو! تمہارا رب وہی ہے جس نے اصحاب کہف کو غار میں تین سو نو برس تک آرام کی نیند سلایا۔ آنکھ کھلی تو کہنے لگے کہ آج دن بھر کے قریب سوتے ہی رہ گئے آبادی میں گئے تو معلوم ہوا کہ کئی سو برس گذر چکے ہیں اب نہ وہ دقیانوس ہے نہ اسکی ظالم حکومت۔ نقشہ ہی بدل گیا ہے اسکے بعد اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر جو سوئے تو اب صرف جنت میں جانے ہی کے لئے اٹھیں گے۔ مسلمانو! اصحاب کہف وہی مسلمان ہیں جنھوں نے اپنے رب کی عبادت کے لئے وطن چھوڑا اور پہاڑ کے غار میں پہونچے، ان کا یہ ترک وطن محض اپنے رب کیلئے تھا۔ اس لئے اللہ عزوجل نے ان کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا اور اپنی قدرت کاملہ سے ان کی پوری حفاظت فرمائی اور ساری دنیا و مافیہا سے انکو بے نیاز کر دیا۔ وہ تو اشرف المخلوقات انسان ہیں۔

وہ جس نے ان کا ساتھ دیا اور اس عمل خیر میں ان کی پیروی کی وہ بھی مقبول بارگاہ ہوا اور اسکو بھی انکی معیت کا درجہ دیا گیا، اصحاب کہف اور انکے کتے کا مفصل واقعہ قرآن مجید سورۂ کہف میں مذکور ہے مسلمانو! عبرت حاصل کرو، اس قسم کے ہزاروں واقعات سے دنیا کی تاریخ بھر پڑی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(بقیہ شعاعیں)

نتیجہ ہے کہ اشرفیہ آرگن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ کے اساتذۂ کرام اور مخلصین کا شکریہ ہم کیا ادا کر سکتے ہیں جن کے احسان و اکرام سے ہمارا ایک ایک رونگٹا آسودہ و سیراب ہے۔ بہر حال اتنی امید ضرور ہے کہ ان حضرات کا دست کرم یوں ہی سایہ گستر رہا تو انشاء اللہ اپنے عزم و حوصلہ کی بنیاد پر اس راہ سے بھی کامیاب و کامراں گزریں گے ؎

دور ہے منزل مقصود مگر ہے تو سہی
راہ کٹ جائے گی تو عزم سفر پیدا کر

بدر القادری

آئندہ شمارے کی ایک جھلک

نوار السنہ (حدیث) حضور حافظ ملت

سرمستی جنوں (رضویات) علامہ ارشد القادری

محبوب ربانی (نظم) برق صدیقی

آثار مبارکہ (تبرکات) بدر القادری

قرآن کا [illegible] اعجاز — مولانا افتخار احمد قادری

عہد وسطی کا اقتصادی نظام — مولانا محمد عاصم اعظمی

پیمان وفا — پیر کرم بخش صاحب

مشورے (طنزیہ) — اسلم بستوی

The ASHRAFIA Monthly
Mubarakpur-Azamgarh (U.P.)

Regd. No. ......
February, 1976
Vol. I—No. I

اشتہار کے لئے یہ جگہ خالی ہے

کے احترام کے ساتھ ان پر عمل در آمد شروع کر دی تھی۔

مغرب میں ثقافت و تہذیب کے اختلافات کے باعث ان حقوق اور آزادیوں کے اسباب بھی مختلف رہے ہیں۔ لیکن اس نقطہ پر سب متفق ہیں کہ عوام ہی کا عزم و ارادہ انقلاب برپا کر سکتا ہے۔ چنانچہ امریکی دستور میں امریکی انقلاب کا سبب انسان کے لئے اس کی ہر طرح کی آزادی کی ضمانت کے ساتھ خوشحالی کا فراہم کر دینا بتایا جاتا ہے۔ فرانسیسی انقلاب کا سبب آزادی، مساوات اور برادرانہ سلوک بتایا جاتا ہے، انگریزی انقلاب کا سبب ملک کا انسانی حقوق کا پورا پورا احترام کرنا متعین کیا جاتا ہے۔

اب ہم اسلامی تہذیب کا جلوہ بھی دیکھ لیں جو ان انقلابات سے گیارہ صدی پیشتر جلوہ نما ہو چکی تھی تاکہ ہم صحیح اندازہ کر سکیں کہ ڈیموکریسی، آزادی، مساوات، اجتماعی عدالت جیسے اصول و مبادی اپنی تحریروں میں کتنی مضبوط کر سکیں ہیں۔ جن کا عالمی اعلان میں اعتنا رکیا گیا ہے اور جن پر مغرب کو بہت فخر ہے اور یہ بھی دیکھ سکیں کہ اسلامی تہذیب کا تابندہ آفتاب عالم پر کس طرح ضیا رہا ہے جس کو طلوع ہوئے چودہ سو سال پورے ہو رہے ہیں اور تاہنوز اس کی شعاع پر انوار میں وہی چمک، وہی دمک اور وہی براقی ہے جو چودہ سو سال پہلے تھی۔ اب ہم انسان کے بنیادی حقوق کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ اسلامی نظام اور غیر اسلامی نظام کے درمیان کا فرق کچھ واضح ہو سکے۔

(باقی آئندہ ملاحظہ فرمایئے)

شمیم گوہر

بات معمولی تھی لیکن ساری ہشیاری گئی
ایک مدت پر کسی کی شخصیت ماری گئی

جیت لی تھی پہلے بازی بعد میں ہاری گئی
دل ہی جانے دل سے کیسے بار کے یاری گئی

کب تلک بازی گری کا زہر پیتا بھی کوئی
کج کلاہی رہ گئی اور تجربہ کاری گئی

آپ رستے میں مجھے پہچان سکتے تھے مگر
مصلحت کہنے لگی ہو گی، رواداری گئی

ایک مدت سے کوئی بہلائے جاتا ہے مجھے
ایک خواہش کے لئے قسمت مری ماری گئی

میں ہوں تنہا اور تلواریں ہیں سر پر سیکڑوں
سوچتا ہوں اب کہاں سب کی وفاداری گئی

اسلام اور مستشرقین

الاستاذ محمد یٰسین اختر الاعظمی مصباحی

عمومی جائزہ:۔ نوعِ انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لئے دنیا میں ہزاروں ادیان و مذاہب آئے اور اپنے مخصوص ماحول و زمانہ میں اسے اپنے حلقۂ اثر میں لانے کی سعی و کوشش کرتے رہے۔ ان میں سے کتنے ایسے ہیں جو آج صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کیطرح مٹ گئے اور جو باقی ہیں وہ یا تو چند ہی طبقوں میں محدود ہیں۔ اپنے متبعین کی کثرتِ تعداد کے باوجود قدیم اصول و نظریات سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔ اپنی معنویت و افادیت اور روحانی و اخلاقی قدروں سے ناطہ توڑ چکے ہیں اور ان کے اندر سے جامعیت و کاملیت کی وہ روح ہی فنا ہو چکی ہے جو عقل انسانی کو ہر وقت ہر جگہ اور ہر مسئلہ پر مطمئن کر سکے۔

ان کے برخلاف اسلام ایک ایسا آفاقی و ہمہ گیر مذہب ہے جو عقائد علم اخلاق تزکیۂ نفس عبادت معاشرت و معاملت تہذیب و تمدن معیشت و سیاست عدالت و قانون و دیگر جملہ شعبہائے حیات پر واضح و محکم اور منظم و مربوط اصول و ضوابط کا ایک ایسا دفتر رکھتا ہے جو زندگی کی پہلی سانس سے لیکر موت کی آخری سانس تک اپنے پیروؤں کی صحیح اور مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اور عالم برزخ و معاد پر بھی تفصیلی روشنی ڈالتا ہے اس نے رنگ و نسل۔ امیر و غریب۔ مشرق و مغرب عرب و عجم اور زمان و مکان کے سارے امتیازات و حجابات اٹھا کر قافلۂ انسانی کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے بیشمار قندیلیں روشن کر دی ہیں۔

اسلام کی آمد انسانیت کی فصل بہار ہے جس سے اسکا صدیوں کا پژمردہ اور کمھلایا ہوا چہرہ بشاشت و انبساط سے کھل اٹھا اور اس۔۔ صبر و سکون کا سانس لیا لیکن دنیا جانتی ہے کہ اگر ایک طرف آفتاب ضیا باریاں اہل دانش و بینش کے لئے پیام رحمت ثابت ہوتی ہیں دوسری جانب اللہ کی ایک ایسی مخلوق بھی ہے جس کے جسم پر اس شعاعیں تیر و نشتر بنکر چبھتی ہیں

پیشوان یہودیت و نصرانیت جو مخلوق خدا کو اپنے استحصال کا بنا کر تقدس و طہارت کی عباؤں میں ملبوس اپنے عیش و عشرت بزمیں سجائے ہوئے تھے اور ان کے دامن مظلوم انسانوں کے خو تر تھے ان کے لئے اسلام ایک برقِ خاطف اور پیغام موت ثابت انھیں یہ باور ہو گیا کہ اب ہمارے عشر تکدوں کی بساط الٹنے ہی و اور اس چمکتے ہوئے سورج کے سامنے ہمارا وجود دھواں بنکر اڑ جلے

قرنِ اول کے تاریخی مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی علیہ وسلم کو گرفتار سحر و جنوں مکر و فریب اور اس جیسے دوسر الزامات نیز اسلام کو ایک خود ساختہ مذہب ثابت کرنے کی انھوں قسم کھالی تھی اور شب و روز کے اکثر اوقات وہ اسی کار خیر میں کرتے رہے اسلام کے خلاف انکی سازشیں و ریشہ دوانیاں تاریخ بھیانک اور سیاہ ابواب ہیں جنھیں پڑھنے کے بعد ان یہود و نصاریٰ اسلام دشمنی اور جاہ طلبی و حقیقت پوشی کی مکمل تصویر خود ابھر سامنے آجاتی ہے اسلام کی بیخ کنی کے لئے انھوں نے کیا کچھ نہیں کیا

مگر جس مذہب کی بنیاد ہی انسانیت کی فطرت سلیمہ پر ہو اور جس کا حامی
و ناصر خود خلاق کائنات ہو۔ اس سے ٹکرا کر ہر طوفان کو اپنا رخ پھیرنا
اور ہر طاقت کو جھکنا ہی ہوگا اور ہونا پڑیگا۔

اسلام اپنی فطری خوبیوں اور حسن و جاذبیت کی وجہ سے دیکھتے ہی
دیکھتے جزیرۃ العرب سے نکل کر سارے عالم میں پھیل گیا۔ حساس و غیور
دلوں کے آفاق پر شب و روز اسکی تجلیاں اور شعاعیں پڑتی اور جگمگاتی رہیں
حلقہ بگوشان اسلام کی قطار شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک
پھیل گئی اور دنیا کی بیشتر اقوام اسکے سایۂ رحمت میں آگئیں۔

لیکن "خود کردہ را علاجے نیست" "ما اصابکم من مصیبۃ
فبما کسبت ایدیکم" جب فتوحات کا سلسلہ بہت زیادہ دراز
ہوا اور مال و زر کی فراوانی ہوئی تو عجمی آب و ہوا نے اپنا اثر دکھانا شروع
کیا اور رفتہ رفتہ مسلمانوں کی دینی و ملی خصوصیات و امتیازات ختم ہونے
لگیں۔ اور ان کے جسموں پر سستی و کاہلی۔ جمود و تعطل۔ جاہ پرستی
شہرت پسندی افتراق و انتشار خانہ جنگی اور دنیاداری کے وہ گھن لگنے
شروع ہوئے جو کسی بھی متمدن و ترقی یافتہ قوم کو فنا و زوال کے گھاٹ
اتار سکتے ہیں۔ انکے اندر سے وہ روح ہی فنا ہونے لگی۔ جو دنیا کو پیغام
امن و دعوتِ انسانیت دیکر اپنے گرد انسانوں کی بھیڑ جمع کر سکے۔

رفتہ رفتہ دین و دنیا اور علم و عمل کے ہر میدان میں بے ذوقی شکست
خوردگی اور پسپائی کے آثار انکے چہروں سے صاف نمایاں ہونے لگے۔ دینی
و سیاسی۔ اقتصادی عسکری ہر محاذ پر ایک عجیب افراتفری اور
مایوسی کی فضا چھا گئی۔ مسلمان اب آگے بڑھنے کے بجائے معرکہ حیات
سے کنارہ کش ہونے لگے۔ انکی شان و شوکت۔ رعب و دبدبہ اور عظمت و
جلال کے تابناک نقوش دھیرے دھیرے غیر مسلم اقوام کے دلوں سے
مٹنے لگے۔ کیونکہ شمشیر و سناں کے قبضہ پر جانے والے ہاتھ اب

نذر رباب و چنگ ہونے لگے اور حکمراں طبقہ میں دل کھول کر داد عیش دیا جانے لگا

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

اقوام عالم کی قیادت و حکمرانی کا سوالیہ نشان مسیحی و یہودی قوم
کیلئے ایک فال نیک بنکر ابھرا۔ وہ خود کو اس بار عظیم کا حامل ثابت کرنے
کیلئے ایک نئی آب و تاب سے دنیا کے سامنے آئے۔ مسلمانوں کی کامیابی و
کامرانی اور اسلام کے فروغ کا سدباب کر کے اسکی شان و شوکت کو قصہ
پارینہ بنا دینے کے دیرینہ تصورات اور تمناؤں نے انھیں اضطراب و بےچینی
کا شکار بنا دیا۔ انکے بغض و حسد اور نفرت و عداوت کی دبی ہوئی چنگاری
جو اندر اندر انکے دل جلا رہی تھی۔ وہ اچانک بھڑک اٹھی اور چرچ و
کلب میں پند و موعظت کی جگہ شعلہ بار تقریریں ہونے لگیں اور اسلام
کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے تمام طاغوتی طاقتیں مسلح ہو کر میدان
جنگ میں مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو گئیں۔ جسکے بعد صلیبی جنگوں کا ایک طویل و
خونریز سلسلہ چل پڑا جو لاکھوں انسانوں کو خاک و خون میں تڑپا گیا۔

پھر بھی ابھی مسلمانوں کو اپنے آبا و اجداد کی جوانمردی و دلاوری کی
داستانیں یاد تھیں ان میں سے بہتوں نے وسعتِ افلاک میں تکبیر مسلسل
کی گونج کبھی اپنے کانوں سے سنا تھا۔ انکی رگ غیرت و حمیت پھڑکتی رگوں
کا خون گردش میں آگیا۔ اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود یورپ کی متحدہ
طاقت انکے فولادی عزائم سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہی۔ چار و ناچار
وہ بار بار مسلمانوں سے الجھتے رہے لیکن انکے دلوں کا ارمان خسران و
ناکامی ہی کی نذر ہوتا رہا۔

یہ سچ ہے کہ اسپین و یروشلم پر انھوں نے قبضہ کر کے مسلمانوں
کو پیچھے ڈھکیل دیا لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس میں
ان کی طاقت کا کم اور اپنوں کی غداری و بیوفائی کا زیادہ ہاتھ تھا۔

جب بغداد و غرناطہ کی دینی و علمی شعاعیں مدھم پڑ گئیں تو گیارہویں صدی مسیحی میں یورپ نے ایک کروٹ لی اور جہل و لغاوت کی تاریکی سے نکل کر علم و ہنر کی روشنی کی طرف قدم بڑھانا شروع کیا۔ راہب پادری علم کی تحصیل و خدمت میں اپنی صلاحیتیں صرف کرنے لگے اور اسی کو اپنا نجات دہندہ سمجھا۔ بالآخر انکے علم و دانائی اور دور بینی نے جنگ و جدال کی پالیسی کو غلط قرار دیا اور وہ اس نتیجہ پر پہونچے کہ ہم جب تک میدان جنگ میں مسلمانوں سے دست و بازو آزماتے رہیں گے اس وقت تک انکی جانبازی و بہادری ترقی کرتے اور دنیا پہ اپنی برتری کا سکہ جمانے کی راہ میں حائل ہوتی رہے گی اب حکمت عملی کو ایسی راہ پہ لگایا جائے جسکا مفید نتیجہ حتمی اور مفید ہونا چاہئے اس کے حصول میں صدیاں کیوں نہ گذر جائیں۔ اسکی بہترین صورت یہی ہو سکتی ہے کہ علمی و فکری راستے سے اندرون خانہ گھس کر انکی روایتی شجاعت اسلام پہ فدائیانہ مرمٹنے کا جذبہ۔ قرآن و حدیث پر عمل۔ اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق و محبت کی تڑپتی ہوئی روح انکے اندر سے کھینچکر انھیں بے قلب و روح سرد لاشوں کی صورت میں تبدیل کر دیا جائے اور

فکر عرب کو دیکے فرنگی تخیلات — اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
اہل حرم سے انکی روایات چھین لو — آہو کو مرغزار ختن سے نکال دو
وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

پھر وہ خود ہی کھوکھلے اور کمزور ہو جائیں گے اور ہمیں ہتھیار اٹھانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں باقی رہ جائیگی۔

ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت پادری کتاب و سنت اخلاق و تصوف۔ فقہ اسلامی۔ اسلامی تہذیب و تمدن۔ شخصیات و رجال اور مشرقی علوم و روایات کے مطالعہ کی جانب مائل ہوئے عرب و مشرقی ممالک کے دینی و علمی مراکز کی خاک چھانی۔ بے پناہ عرق ریزی و جانکاہی سے کام کرنے لگے۔ ذہنی و فکری، جانی و مالی قربانیاں پیش کر کے مسلمانوں سے قریب ہوتے گئے اور اپنی عقل فتنہ کے پیدا کردہ مہلک جراثیم مسلم معاشرے میں پھیلانے کا مکروہ فریضہ "انجام دینے" یہ کام دسویں گیارہویں صدی عیسوی ہی سے شروع ہو چکا تھا لیکن وسیع اور منظم طور پر تیرہویں صدی مسیحی میں ظاہر ہوا۔

تعارف علم استشراق: تاریخ انسانیت کا ایک افسوسناک باب یہ بھی ہے کہ مسلم قوم کبھی زوال و انحطاط کے مرض سے نہ بچ سکی اور متحارب قومیں اس کے علمی و فکری و تہذیبی سرمایوں پر قابض ہو گئیں بغداد اور قاہرہ کے علمی گہواروں پر جب جمود و تعطل کے قفل ڈالدیئے گئے اور زوال غرناطہ کے بعد اندلس کی بزم دانش لٹ گئی تو یورپ کی چالاک و عیار قوموں نے علم و فن کے مراکز پر قبضہ کر کے بزم قیادت کی شعل اپنے ہاتھ میں لے لی اور اپنی مسلسل جد و جہد، علمی و فنی کارناموں۔ علمی موشگافیوں۔ تحقیقی کاوشوں۔ تاریخی سنجیدہ تحقیق و طرز بیان کی ظاہری خوبیوں اور دیانتداریوں کی بنیاد پر مسلمانوں میں مذہبی و سیاسی اختلاف خیالات و نظریات۔ تاریخ اسلام سے گذشتہ ادوار سے بدگمانی۔ حال سے بیزاری۔ استقبال سے مایوسی اور مصادر اسلام کے متعلق شکوک و شبہات کے زہریلے بیج بو کی ایک تیز رفتار مہم کا آغاز کر دیا جسے ہم آج اپنی زبان میں "علم استشراق" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ابتداء علم استشراق: جب یورپ کے بیدار مغز فضلاء اندلس کے علمی مراکز میں اپنی تشنگی بجھا کر عربی مصادر و مراجع کا اپنی زبان میں ترجمہ کرنے لگے فلسفہ طب و ریاضیات کو انھوں نے اپنے سینوں سے لگایا اور اس کی نوک پلک درست کرنے لگے تو ان میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی علم کی طرف عام جھکاؤ پیدا ہوا اور بیشمار راہبوں

پادریوں نے اندلس کی طرف رختِ سفر باندھا جن میں سرفہرست
مشہور فرانسیسی راہب "جیبر یرٹ" ہے اس نے اندلس میں بہت دنوں
رہکر محنت وجانفشانی سے علم حاصل کیا اور واپس آنے کے بعد اسکے
علمی رعب ودبدبہ سے متاثر ہوکر اسے روم کے کلیسا کا پادری مقرر
کر دیا گیا اس کے بعد جیرارڈ ڈی کریمون (۱۱۱۴ء تا ۱۱۸۷ء) نے علمی
میدان میں کافی شہرت حاصل کی اس کے علاوہ دیگر فضلا نے عربوں کے
علوم وفنون انکی تہذیب وثقافت میں گہری دلچسپی لیکر استشراق کا
ایک عام مذاق پیدا کر دیا انکی دلچسپی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے
کہ مغربی دانش گاہوں میں عرب مصنفین کی کتابیں سبقاً سبقاً
پڑھائی جانے لگی تھیں اور اس وقت کی مشہور لاطینی زبان میں سیکڑوں
عربی تصانیف کے ترجمے ہوئے اور تقریباً چھ صدیوں تک یہی تصنیفات
ان کے ماخذ بنی رہیں

جب صدیوں تک علم کے سمندر میں غوطہ لگاتے یورپ
نے خود کو نکھرا ہوا پایا اور اپنے اندر اتنی توانائی پیدا کر لی کہ اب معرکہ
[illegible]ات میں اب ہمارا کوئی مقابل نہیں اور مسلم روح خوابیدہ ہو چکی ہے
اس کے اندر اب وہ سکت نہیں رہ گئی جو کبھی ہمارے حملہ کا منھ توڑ
جواب دیا کرتی تھی تو یہ مہیب وخوفناک دیو استبداد علمی سیاسی اقتصادی
عسکری اسلحوں سے لیس ہو کر اٹھارہویں صدی عیسوی میں سطح سمندر
پر ظاہر ہوا اور ایک ہی چھلانگ میں عالم اسلام کے بیشتر حصوں کو ہضم کر لیا
جسے سر کرنے کے لئے صرف دو تین میدان باقی رہ گئے تھے مذہبی
[illegible] اور تہذیبی۔ اس کے لئے استشراق سے بیش از بیش خدمات حاصل
کی گئیں تاکہ تمام سمتوں سے محصور کر کے مسلمانوں پر اپنا سکہ جما دیا جائے
بیش قیمت نوادرات ومخطوطات جاہل عوام سے خریدے جانے لگے علمی
[illegible] سے انکی چوری ہونے لگی عرب ومشرق کا مغز یورپ کے علمی مراکز کی
زینت بننے لگا اور وہ تصانیف وکتب اور علمی وتاریخی شہ پارے جنکی
بدولت صدیوں سے وہ اقوام عالم کی مسند سیادت پر بیٹھ کر متمردانہ
انداز اختیار کئے ہوئے تھے وہ کھنچ کھنچ کر (بالخصوص اٹھارہویں صدی
مسیحی کے بعد) مغرب کی راہ اختیار کرنے لگے جنھیں دیکھ کر ایک احساس مند
غیور دل تڑپ اٹھتا ہے ؎

وہ علم وفضل کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
انھیں دیکھیں جو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارا

دیکھتے ہی دیکھتے انیسویں صدی عیسوی میں پچاس ہزار دو سو جلدوں کا
عظیم سرمایہ کتب یورپ کے میوزیم میں جمع ہو گیا جس سے استفادہ و
افادہ کی راہیں ہر طرح ہموار ہو گئیں ۱۸۱۲ء میں علوم اسلامیہ ومشرقی
تاریخ وروایات کا مطالعہ کرنے والے مستشرقین کی ایک کانفرنس پیرس
میں ہوئی جس میں باہمی تبادلۂ خیالات کا ایک نادر موقعہ دیا گیا اور اجتماعی طور
پر مستشرکہ مقاصد کی طرف پیش قدمی کی گئی

محرکاتِ علم استشراق: اس کو وجود بخشنے والے اسباب وعلل کا
اگر بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو انھیں سمیٹ کر انھیں تین خانوں میں
تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مذہبی.... سیاسی..... اقتصادی

مستشرقین کا مطالعہ تو مشرق کے جملہ ادیان ومذاہب تاریخوں
تہذیبوں اور زبانوں پر حاوی ہے لیکن کتاب سنت ودیگر اسلامی علوم و
فنون ان کے خاص میدان ہیں **مذہبی محرکات** پادریوں نے
دیکھا کہ اسلام تیزی کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے تو ان کے دلوں میں اسلام
اور اس کے ماننے والوں کا گہرا مطالعہ کر کے اعتراضات سے مجروح کرنے کی
تحریک چلائی اور اس طرح کے دوسرے جذبات ابھرے کہ تاریخ اسلام
غزوات وسرایا اور اسلامی جنگوں کا مطالعہ کر کے ثابت کیا جائے کہ
مسلمان جنگجو لٹیری اور عیاش قوم ہے اس کے معاشرے کی گندی تصویر

ٹھہرایا جائے اور مسلم خلفاء و حکمرانوں کو مجرم ٹھہرایا جائے اور ان باتوں کی شہادت کے لئے خود ساختہ واقعات از کتاب الاغانی لابی الفرج الاصبہانی جیسی غیر معتبر کتابوں سے استناد کیا جائے کہ مسلمانوں میں اخلاقی بلندی کا دور دور تک نام و نشان نہیں وہ صرف جسمانی عیش کوشی کے دلدادہ ہیں

اسی طرح پیغمبر اسلام اور اصحاب پہ بھی ایسے اعتراضات کئے جائیں جو ہر شریف انسان کے لئے باعث ننگ ہوں قرآن کریم کو غیر آسمانی کتاب ثابت کرنے پر اپنی صلاحیتیں صرف کیجائیں حدیث کو موضوع غیر مستند قرار دینے کے لئے تعارض دکھایا جائے اور اسلام کے جملہ اصول و عقائد افکار و نظریات کو غیر مستحکم ثابت کرکے مسلمانوں کو اس سے دور کر دیا جائے

دور حاضر میں اس وبا کو پھیلانے کی مزید ضرورت اس وقت پیش آئی جب یہودیت و مسیحیت کے محرف اصول خس و خاشاک کی طرح بہنے لگے اور مذہبی گروہ کی شان و شوکت اور جائدادیں ان کے ہاتھ سے نکلنے لگیں تو انھوں نے اسلام پہ اعتراض کرکے نئی نسل کے ذہن و دماغ کو دوسری طرف لگنے کی کوشش کی اس کے علاوہ انھیں خود مسلمانوں کے اندر اپنے عقائد و تہذیب و تمدن کے بارے میں شکوک کرنے کا بھی فائدہ پہنچا۔

سیاسی محرکات: اپنی سیاسی برتری و اقتدار قائم کرنے کیلئے انھوں نے عربوں کے خصائل اور ذہنیتوں کا گہرا مطالعہ کیا ان کے عادات و اطوار طریق ماند و بود سے واقفیت حاصل کی اور انکی فطرت کے کمزور پہلوؤں سے فائدہ اٹھا کر ایک دوسرے سے مخالفت پیدا کرا دی انھوں نے مسلمانوں اور بالخصوص عربوں کو اسلام سے دور کرنے کے لئے طرح طرح کے بت تراشے جن میں سب سے اہم قومیت کا بت ہے اسلام نے عہد جاہلیت کے جن فتنوں کو دور کر دیا تھا پھر زندہ ہوئے۔ مصر میں فرعونیت شام میں فینیقیت عراق میں اشوریت کے گرم جوش نعرے لگے دور آخر میں ترکوں کے خلاف جو بغاوتیں ہوئیں اور خلافت عثمانیہ کو ختم کرکے سامراجیوں کا قبضہ ہوا سب انھیں سازشوں کا نتیجہ ہیں یونہی زبان و ادب کی راہ سے بھی مسلمانوں کو بھٹکایا گیا فصحیٰ کے بجائے عامیہ دارجہ کو فروغ دیا گیا فرانسیسی و انگریزی الفاظ و اسلوب تحریر کو عربی میں زبردستی داخل کیا گیا تاکہ مسلمان کتاب و سنت کی زبان سے رفتہ رفتہ دور ہو جائیں جو انکی سیاسی موت کے لئے خوبصورت زہر ہے۔

اقتصادی محرکات: مستشرقین ان کاموں کو بہترین ذریعہ معاش بھی سمجھتے ہیں اسلام اور عرب پر تصنیف و تحقیق سے انھوں نے مالی فائدہ اٹھایا مسلمانوں کے صنعتی اور تمدنی حالات معلوم کرنے کے بعد اپنی چالبازی سے انھوں نے مسلمانوں کی تجارت صنعت و حرفت میں بھی مہارت پیدا کی اور اس میدان میں بھی اپنا محتاج اور دست نگر بنا لیا خام مال خریدنا اور ان سے بنی ہوئی اشیا خود انھیں کے ہاتھوں گراں قیمت پر بیچنا ان کا طریقہ بن گیا مشرق کے جمود اور مغرب کی بیداری کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابھی چند سال پہلے تک کا یہ عالم تھا کہ کسی پورے [illegible] بازار کا جائزہ لینے کے بعد شاید ہی اچھی مصنوعات کی قطار میں کوئی سامان مشرقی کارخانے کا بنا ہوا مل جائے حتیٰ کہ آپس میں جو معاہدے ہوتے تھے ان میں مغربی کارخانوں کے بنے ہوئے قلم حرکت میں رہتے تھے یہاں اولاً تو صنعت و حرفت کے مراکز ہی نہیں تھے خال خال جو تھے [illegible] انھیں کسی نہ کسی طرح ختم کرنے کی کوشش کرتے اور اپنے ملک میں [illegible] کمپنیوں کا ایک جال بچھا رکھا ہے امریکہ کی "آرام کو" اور اس طرح کی دوسری کمپنیاں تیل صاف کرکے پھر انھیں ملکوں کے ہاتھ بیچ دیتی تھیں۔ مقام تشکر ہے کہ اس میدان میں اب عربوں نے اپنی قدر و قیمت پہچان لی ہے جبکا ظاہری فائدہ یہ ہے کہ وہ نہایت خوش حال اور مستغنی ہو گئے [illegible] دنیا کے طاقتور ترین ممالک بھی خوف کے باعث ان کے تیور پہچاننے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں

فالحمد للہ